LOVEWALLPAPERS4U.BLOGSPOT.COM

تُم اِتنی ہی حسیں ہو

از

سعدیہ عابد

تم اتنی ہی حسین ہو

حدیہ عابد

''عین جب میں ہی نہیں جانا چاہ رہا تو، تو کیوں جانے کو مچل رہا ہے۔'' اس کی ایک ہی تکرار سے عین العارفین کو چڑ ہونے لگی۔

''یار! تو کیوں نہیں راضی ہو جاتا۔'' اس کو بھی چپ نہ تھی۔

''رشتے دار میرے ہیں، جانے کو تڑپ تو رہا ہے، آخر بات کیا ہے؟''

''تو جانتا ہے مجھے سیاحت کا کتنا شوق ہے۔''

''او، وہاں ایسا کچھ نہیں ہو گا، اس لئے خیالی پلاؤ نہ پکا تو اچھا ہے اور میں تو اس بوسیدہ سے گاؤں میں ہرگز نہیں جانے والا۔'' وہ اس کی کسی حسرت کو خاطر میں نہیں لایا، مزے سے بیزاری ظاہر کی اور اسٹریو آن کر دیا۔

''ہم کو پیار ہوا پوری ہوئی دعا۔'' عین نے کشن مار کر اسٹریو کے وائر پر حملہ کیا جس کے سبب اسٹریو بند ہو گیا۔

''تجھے یہی تخریب کاری کرنی ہوتی ہے نہ تو میرے کمرے میں مت آیا کر۔'' اس کے تیور بہت بگڑ گئے جن کی اس نے پروا ہی نہیں کی۔

''تو، تو کیا تیرا باپ بھی مجھے یہاں آنے سے نہیں روک سکتا۔''

''اوئے، باپ تک مت جا، ورنہ میں تجھے کمرے سے اٹھا کر ڈیڈی کے روم میں ہی چھوڑ آؤں گا۔'' اس نے دھمکی لگائی۔

''میں تجھ سے آخری بار پوچھ رہا ہوں، تو چل رہا ہے یا نہیں؟'' جوابی حملہ کرتے تنگ کر پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''نہیں۔'' گویا بات ہی ختم کر دی۔

''اور میری بھی سن لے اس دفعہ میرا کہیں جانے کا ارادہ ہے تو وہ ہے تیرا آبائی گاؤں ہے اس کے علاوہ کہیں نہیں جا رہا اور تیرے پاس صرف آج کا دن اور رات ہے، ہم کل صبح نو بجے یہاں سے نکلیں گے، جو پیکنگ کرنی ہے کر لے، ورنہ یونہی تجھے اٹھا کر لے جاؤں گا اور وہاں تجھ سے اپنی کوئی ایک بھی چیز شیئر نہیں کروں گا، اٹس مائی لاسٹ اینڈ فائنل آرڈر۔'' شاہانہ انداز میں فیصلہ سنا کر وہ اس کے روم سے تو دو گیارہ ہو گیا۔

پہلے پہل تو سمجھا نہیں اور جیسے ہی کچھ سمجھ میں آیا وہ اس کے پیچھے ہی بھاگ کر آیا۔

''یار! کیوں چھٹیاں برباد کرنے پر تلا ہے۔'' مرتقوی اسے اچھے سے جانتا ہے کہ وہ اس طرح سے فیصلہ لے چکا ہے تو عمل بھی کرے گا اسی لئے اس کے فیصلے کو بدلنے کی کوشش کی جو بے سود ثابت ہونے لگی۔

''یار! ہم دونوں دنیا کے کونے کونے میں اپنی سیاحی کے کارنامے چھوڑ آئے ہیں، ایک دو گاؤں بھی سہی اور پکا وعدہ کر اگر تمہیں وہاں جا کر اچھا نہیں لگا تو ہم اگلے ہی دن واپس آ جائیں گے۔'' اس کے نجی ہونے پر اس نے ہار مان لی۔

''اوکے، بٹ ہم وہاں رہیں گے صرف ایک ہفتہ وہ بھی وہاں اگر دل و دماغ لگ گیا تو، اور تو اگر آنے میں آنا کانا سے کام لے گا تو میں تجھے چھوڑ کر آ جاؤں گا۔'' عین العارفین تو اس کے مان جانے پر ہی خوش ہو گیا تھا اس کی تڑیوں کو نظر انداز کرتا اس کے گلے جا لگا۔

''شاباش ہے بھئی، عید نہیں ہے اور مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا کہ تو وہاں جانے کو اتنا ایکسائیٹڈ کیوں ہے؟ بات کیا ہے آخر۔'' اسے پرے دھکیل کر تیکھے چتونوں سے گھورا وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''اسے بات کچھ بھی نہیں ہے صرف ایڈونچر کے لئے وہاں جائیں گے۔''

''تیرا ایڈونچر اس بار مجھے بھی مروائے گا اور مام سے اجازت بھی خود ہی لینا۔''

''آنٹی سے اجازت لینا میرا کام ہے، تو تیاری کر لے، ہمیشہ ہر جگہ سستی دکاہلی دکھاتا ہے اور پھر جلد بازی میں اوٹ پٹانگ چیزیں رکھ کر ضرورت کی چیزیں اپنے کباڑ خانے میں ہی چھوڑ جاتا ہے۔''

''اب میرے کمرے میں تو قدم بھی رکھ کر دکھا، اپنے کمرے سے زیادہ وقت تو اسی کباڑ خانے میں گزار دیتا ہے اب گھسنے بھی نہیں دوں گا۔'' اس کے سینے پر گھونسا مارتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ اس نے سیٹی پر شوخ سی دھن بجاتے ہوئے باہر کی راہ لی۔

☆☆☆

مصطفیٰ ہاشمی کا تعلق پنجاب کے چھوٹے سے شہر چنیوٹ سے ہے، ان کی تین اولادیں ہیں؛ مجتبیٰ ہاشمی، مرتضیٰ ہاشمی اور بھائیوں سے چھوٹی مومنہ ہاشمی، مجتبیٰ ہاشمی کی شادی تایا زاد عفت سے ہوئی جن کی دو بیٹیاں ثروت اور رفعت ہیں، بہنوں سے بڑا موسیٰ ہاشمی ہے، مومنہ ہاشمی کی شادی عفت کے بڑے بھائی زاہد ہاشمی سے ہوئی ان کی دو بیٹیاں طابش اور آبش ہیں اور ایک ہی بیٹا رامش ہے، طابش اور موسیٰ، ثروت اور رامش انگیجڈ ہیں، مرتضیٰ ہاشمی نے کراچی یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور اپنی کلاس فیلو رمشاء سے شادی کی، رمشاء کا تعلق اپر ہائی کلاس سے ہے، وہ سسرال میں نہ رہ سکتی تھی نہ وہ رہی، رمشاء صرف دو بہنیں تھیں اور بڑی ریشمان اور اس کے شوہر تین سال قبل روڈ ایکسیڈنٹ میں چل بسے، بھائی کوئی تھا ہی نہیں، اس لئے باپ کی

کروڑوں کی جائیداد کی دونوں بہنیں ہی وارث تھیں اور فادر کی زندگی میں ہی سارا بزنس رمشاء اور مرتضیٰ نے سنبھال لیا تھا اور آج تک دونوں ہی سنبھال رہے ہیں، مرتضیٰ و رمشاء کا صرف ایک ہی بیٹا مرتقوی ہاشمی اور ریشمان کا بھی ایک ہی بیٹا ہے عین العارفین، جسے وہ بہن کی موت کے بعد اپنے گھر لے آئی تھیں، ریشمان نے بھی بزنس کی جانب توجہ نہیں دی تھی اس کے شوہر نے سب کچھ سنبھالا ہوا تھا کیونکہ سیٹھ اکرام الحسن نے دونوں بیٹیوں کو پچاس پچاس پرسینٹ شیئر دیئے تھے، مرتضیٰ ہاشمی شادی کے بعد اپنے گھر والوں سے بالکل کٹ کر رہ گئے، سالوں برسوں میں بھی وہ گاؤں کا چکر لگا لیتے ہیں، جبکہ رمشاء صرف شادی کے شروع سالوں میں ہی گئی تھیں اور مرتقوی کی پیدائش کے بعد نہ خود گئیں نہ ہی مرتقوی کو جانے دیا اور یہی وجہ ہے کہ مرتقوی اپنی ماں کی طرح مغرور اور گھمنڈی تھا، مرتضیٰ ہاشمی نے ویسے ہی کہہ دیا کہ مرتقوی چاہے تو چھٹیوں میں گاؤں چلا جائے مگر اس نے صاف انکار کر دیا کہ اس کے خیالات ماں سے بہت ملتے جلتے ہیں، وہ خود کو بہت اونچی چیز سمجھتا ہے جبکہ اس دفعہ عین العارفین نے وہاں جانے کی ہی ضد باندھ لی کیونکہ اسے نئے نئے ایڈونچر کرنے، نئی جگہ پر جانے کا شوق ہے اور دونوں چونکہ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہیں، ایک دوسرے کو کسی بات سے انکار نہیں کر سکتے، اس لئے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی راضی ہو گیا کہ اسے رمشاء کے بھی منع کرنے کے سو فیصدی امکانات نظر آ رہے ہیں کہ وہ جیسے سسرال والوں کا نام سن کر ہی ناک بھوں چڑھا لیتی ہیں تو انہیں جانے کی اجازت قطعاً نہیں دیں گی۔

☆☆☆

''آنٹی! پلیز مان جائیے نہ۔'' اس کے لجاجت بھرے انداز پر مرتقوی کو ہنسی آنے لگی جس کو چھپانے کے لئے اس نے فیشن میگزین اٹھا کر صفحے پلٹنا شروع کر دیئے۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے عین، مگر میں ہرگز بھی تم دونوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دوں گی، لندن، امریکہ، یورپ جہاں جانا چاہو میں آج ہی ٹکٹیں کنفرم کروا دیتی ہوں۔'' رمشاء تو اس کی فرمائش سنتے ہی اس پر برس اٹھیں اور صاف انکار کے ساتھ دوسری چوائس بھی رکھ دی۔

''ٹھیک ہے، لیکن میں خوش نہیں ہوں گا اس سب سے اور میں نے تو اسی لئے آپ سے کہا تھا کہ آپ کو میری خوشی عزیز ہے، لیکن ایسا نہیں ہے تو میں ضرور آپ کی خوشی کا احترام کروں گا۔'' اس نے کن انکھیوں سے عین العارفین کو دیکھا جس نے مسکینی طاری کی ہوئی تھی۔

''منحوس بکا ڈرامے باز ہے اور اس کی اس طرح کی اموشنل بلیک میلنگ میں مام ہمیشہ کی طرح آ جائیں گی۔'' اس نے کلستے ہوئے دل میں سوچا۔

''تمہاری ہی خوشی کا تو خیال ہے جانو، اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ دنیا بہت حسین ہے، اس وقت کو کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو، ایک فضول سے چھوٹے سے گاؤں (انہوں نے خوبصورت سے شہر کو خود ہی گاؤں بنا دیا تھا) میں جا کر کیا کرو گے کسی اچھی جگہ پر جاؤ، لائف انجوائے کرو۔'' رمشاء نے بھانجے کے گال پیار سے تھپتھپا کر کہا۔

''آنٹی! اصل میں ساری دنیا تقریباً گھوم ہی چکے ہیں، اب کچھ نیا دیکھنا، نا چاہتے ہیں اور کون سا ہم مہینے دو مہینے کے لئے جا رہے ہیں، جسٹ ون ویک کا پروگرام ہے اس کے بعد یورپ کا ٹور۔'' اس نے ابھی تک چہرے پر مسکینی طاری رکھی ہوئی تھی جس سے رمشاء کا دل پسیجنے لگا

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ انہیں وہ مرتقویٰ کی مانند ہی عزیز ہے اور بڑی بہن کی موت کے بعد تو اور زیادہ عزیز ہو گیا ہے۔

"دیکھ لو اگر تم دونوں مینج کر سکتے ہو تو چلے جاؤ، ورنہ تو مجھے پورا یقین ہے کہ وہاں تم دونوں ایک ہفتہ تو کیا ایک دن نہیں گزار سکتے۔" ایک کا چہرہ کھل اٹھا تو ایک کا تاریک ہونے لگا۔

"آپ ناراض تو نہیں ہے نہ آنٹی؟"

"نہیں، اپنے پیارے سے بھانجے سے میں کبھی ناراض ہو ہی نہیں سکتی اور یہ بتاؤ جانے کا کب تک ارادہ ہے؟" مسکرا کر اسے دیکھا۔

"مرتقویٰ! ڈیسائیڈ کر لے گا کیونکہ یہ جانے کو راضی نہیں ہے۔"

"اب تم دونوں خود ہی فیصلہ کرو کہ جانا ہے یا نہیں؟ جانے کا ارادہ ہو تو ہر ایک چیز لے کر جانا، وہاں وہ سب نہیں ہو گا جس کے تم دونوں عادی ہو۔" وہ گھڑی پر ٹائم دیکھتیں کھڑی ہو گئی کہ انہیں بہت ضروری کام سے جانا ہے۔

"زہر سے بھی زیادہ بری لگ رہی ہے تیری شکل اور یہ بتیسی۔" عین العارفین کو گھورا۔

"اب کچھ برا لگے یا بھلا جانے کی تیاری کر، جائے گا میرے ساتھ ہی۔" صوفے پر دراز ہو گیا۔

"نہیں کہے تو نہیں جاتا۔" اس پر چڑچڑاہٹ طاری ہونے لگی۔

"اب فضول بکواس نہیں سنوں گا اور میں تو سوچ رہا ہوں ہم دونوں بائے روڈ چلتے ہیں، وہاں جا کر مزا نہیں آیا تو کم از کم سفر تو یادگار رہے گا۔" اس سے رائے پوچھی۔

"ڈر خود کو بھی ہے کہ چھٹیاں ضائع نہ ہو جائیں پھر بھی جانے کو بے تاب ہے۔"

"مجھے نہیں جانا تو مت چل، ہر دفعہ جہاں تو کہتا ہے وہاں جاتے ہیں اس دفعہ میری چوائس کردہ جگہ پر جانے میں تجھے موت آ رہی ہے۔" وہ غصہ سے کہتا کھڑا ہو گیا۔

"چل تو رہا ہوں اب نخرے دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"نخرے میں نہیں تو دکھا رہا ہے، ابھی بھی سوچ لے کہ جانا ہے یا نہیں؟" اس کا منہ بری طرح بن گیا تو وہ ایک گہری سانس کھینچتا میگزین صوفے پر اچھالتا اس کے سامنے آ رکا۔

"کل صبح تو بجے جانا ہے نہ تو میں چل لوں گا بس تو ناراض مت ہوا کر۔" شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"میں تجھے بار بار اٹھانے نہیں آؤں گا اور اپنی پیکنگ بھی تجھے خود کرنا پڑے گی۔"

"جو حکم عالی جاہ، لیکن صبح کی بجائے رات نو بجے....."

"شٹ اپ، سفر دن میں اچھا ہوتا ہے اور صبح نو بجے کا بھی صرف تیری وجہ سے رکھا ہے کہ تجھے الو کی طرح سوتے رہنے کی عادت ہے، وگرنہ صبح چار بجے۔"

"او، مجھے تو معاف ہی رکھ، نو سے دس تو بج سکتے ہیں مگر آٹھ بجے کر پچپن منٹ نہیں ہو سکتے، اب بتا رکھوں کیا کچھ مام نے تو ڈرا ہی دیا ہے۔"

"بکواس کے بعد اصل مقصد تک آ گیا۔"

"تو خود دیکھ لے، باقی انکل آتے ہیں آفس سے تو میں ان سے پوچھ کر بتا دوں گا بار بار جلدی کا اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تجھے اینڈ ٹائم پر عورتوں کی طرح دا دیلے کر کے بازاروں کے چکر لگانے کی بہت بری عادت ہے اور میں خود بھی پیکنگ کرنے جا رہا ہوں۔"

"اوہ تجھے جو عورتوں کی طرح طنز مارنے کی عادت ہے۔"

"بخش دے مجھے۔" باقاعدہ ہاتھ جوڑے تھے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، مرتقویٰ بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا اور دونوں نے ایک

دوسرے کی مدد سے اپنی اپنی پیکنگ کر لی اور ایک گھنٹہ میں اس کام سے فارغ ہو کر اب وہ تیار شیار ہو کر شاپنگ سینٹر کے لئے نکل گئے کہ کچھ چیزوں کی دونوں کو ہی ضرورت ہے اگلے دن وہ دشوار گزار سفر کے بعد بالآخر تھکے ماندے اپنی منزل تک پہنچ گئے تھے لیکن اتنے عرصے میں مرتقویٰ ہاشمی کی رہی سہی خوشی اخلاقی بھی دم توڑ گئی تھی، وہ پوچھتے پاچھتے، ایک پرانی سی حویلی تک پہنچے اور اپنا تعارف کروا کر اندر چلے آئے، مرتقویٰ کو وہ سب ہی پہلی دفعہ دیکھنے کے باوجود اس کی سیاہ چمکتی آنکھوں سے پہچان گئے، معصومہ بیگم تو اتنے برسوں میں پہلی دفعہ اسے دیکھ کر نہال سی ہو گئی تھیں اور بڑے والہانہ انداز میں اس کی طرف بڑھی تھیں اور کپکپاتے ہاتھ اس کے چہرے پر پھیرے تھے اور آنکھیں چوم لی تھیں ان پر رقت سی طاری ہونے لگی، یہی حال مصطفیٰ ہاشمی کا بھی ہو رہا تھا، بہت پیار سے اسے سینے سے لگایا تھا انہیں کہاں امید تھی کہ وہ ایک دن یوں بنا بتائے آ جائے گا، اسے بے زاریت سی ہونے لگی تھی جبکہ عین العارفین بہت نارمل سا صوفے پر بیٹھا تھا۔

"بہو! بچوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔" معصومہ بی کی خوشی سے آواز کپکپا رہی تھی۔

"یہ تیری تائی ہے بیٹا، تیرے مجتبیٰ تاؤ کی بیوی اور یہ دونوں تیری کزنیں، ثروت و رفعت۔" معصومہ بی نے ان سب کا تعارف کروایا تو اس نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"جاؤ رفعت بیٹی، بھائیوں کے لئے ٹھنڈی لسی لے آ۔" عین العارفین اس کی حالت انجوائے کر رہا تھا، وہ دادا، دادی کے درمیان میں بیٹھا چاہ کر بھی بے زاریت چھپا نہیں پا رہا تھا۔

"نہیں، بس ایک گلاس ٹھنڈا پانی دے دیں۔"

"ہاں، کیوں نہیں جا ثروت بھائی کے لئے پانی لے کر آ اور سبھی بھی جلدی سے بنا۔"

"میں لسی نہیں پیتا اور تھک گیا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"رفعت! ابھی الحال تم دونوں بھائیوں کو موسیٰ کے کمرے میں لے جاؤ اور بعد میں ان کا سامان گیسٹ روم میں سیٹ کر دینا۔" ان کی تو نگاہ ہی نہیں سیر ہو رہی تھی، وہ اس کا خوبصورت مضبوط ہاتھ اپنے کمزور ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھیں، آنکھیں بار بار جھلملا رہی تھیں، دادا کے کہنے پر رفعت نے کچن میں جانے کی بجائے ان لوگوں کو ساتھ آنے کا کہا اور خود آگے بڑھ گئی وہ دونوں اس کے پیچھے ہی موسیٰ ہاشمی کے کمرے تک آ گئے، کمرہ کافی بڑا اور سلیقہ سے سجا کافی صاف ستھرا ہے یہ بات ان دونوں کے لئے ہی باعث اطمینان تھی۔

"آپ لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو پلیز بتائیے۔" جانے سے قبل رفعت نے آداب میزبانی شائستگی سے نبھائے، مرتقویٰ تو واش روم میں گھس گیا تھا اور وہ اسے بغور دیکھنے لگا، صاف گوری رنگت، تیکھے نین نقش، متناسب سراپا، وہ ان کے پرنٹڈ دوپٹہ کو شانے پر ڈالے ہوئے کافی دلکش لگ رہی ہے، یہ اس کی نگاہ نے کہا تھا، جبکہ اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی تو وہ جواب سنے بغیر کمرے سے نکل گئی، اس کے یوں جانے پر عین العارفین کے لبوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی، زیادہ تر ڈرائیو اسی نے کیا تھا اس لئے تھکن کا احساس اسے بستر پر لیٹنے پر مجبور کر گیا، جب تک مرتقویٰ فریش ہو کر آیا وہ سو رہا تھا۔

"مجھے اس جہنم میں لا کر خود مزے سے سو رہا ہے۔" اسے گھورتے ہوئے وہ خود بھی لیٹ گیا مگر اسے انجان جگہ پر فوراً ہی نیند نہیں آتی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنکھیں موندے پڑا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، ثروت جگ بھر کر میتکو شیک لے کر آئی اور ساتھ ہی کھانے کا بھی پوچھا۔

"عین تو ابھی سو رہا ہے مجھے بھوک نہیں ہے، کھانا ہوگا تو آجائیں گے، سفر کی بہت تھکان ہے کچھ دیر ریسٹ کریں گے۔" وہ ٹرے لئے اندر آگیا پورے دو گلاس بھر کر پیئے کچھ سکون محسوس ہونے لگا، اسے لیکن نیند نہیں آئی تو اس نے تنگ آکر دو گھنٹے بعد بالآخر اسے جگا دیا کہ اب تو بھوک کا احساس بھی جاگ گیا ہے، عین فریش ہو کر آیا تو وہ دونوں باہر آگئے، بیٹھک میں گھر کے سب ہی افراد موجود ہیں، جن سے وہ ملے تھے ان کے علاوہ چند نئے چہرے بھی ان کو نظر آرہے ہیں، مومنہ بھتیجے کی آمد کا سن کر فوراً آ گئی تھیں، تعارف کا نیا دور چل پڑا۔

ان سب کے انداز میں بہت اپنائیت اور خلوص صاف محسوس کیا جا سکتا ہے، موی اور رامش بھی ان سے بہت اچھے سے ملے اور انہیں ان کی تعلیم کا سن کر بے حد حیرت بھی ہوئی، موی نے انجینئرنگ کی اور رامش نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی تھی اور پریکٹس کے بعد اس نے حال ہی میں اپنے ہی علاقے میں اپنا کلینک کھول لیا ہے جبکہ موی پرائیویٹ کمپنی میں جاب کرتا ہے۔

"بیٹا بہو اور مرتضیٰ کیسے ہیں؟ وہ بھی ساتھ آجاتے؟" دادی نے بیٹے اور بہو کا پوچھا۔

"مام اور ڈیڈی کچھ مصروف ہیں، انشاء اللہ ڈیڈی اس عید تک آئیں گے، انہوں نے آپ سب کو سلام کہا ہے اور کچھ تحفے بھی بھیجے ہیں۔" اس کا لہجہ نارمل ہی رہا۔

"کھانا لگ گیا ہے دادی ماں۔" رفعت کے اطلاع دینے پر وہ سب اٹھ گئے، باورچی خانے کے باہر کافی کشادہ جگہ ہے اس کی انہوں نے ڈائننگ ہال بنا لیا تھا، پھول اور نیلی اور سفید احتزاج کی چاندنی بچھی تھی اور اسی پر کھانا چن دیا گیا تھا، وہ عین العارفین کو دیکھنے لگا کیونکہ انہوں نے زمین پر بیٹھ کر کھانا کبھی نہیں کھایا تھا، اس کی ناگواری محسوس کر کے اس نے اشارے سے چپ رہنے کو کہا اور مصطفیٰ ہاشمی کے آواز دینے پر بڑی اکتاہٹ کے ساتھ بیٹھ گیا، مگر بیٹھا جتنی بے دلی سے تھا کھانا اتنے ہی شوق سے کھایا تھا، بریانی، قورمہ، کسٹرڈ، ہر ایک چیز بہت ذائقہ دار تھی اور وہ اچھا کھانا کھانے کا شوقین ذرا سی بھی مرچ نمک تیز کم ہو جاتا تو وہ کھانا پٹخ کر اٹھ جاتا تھا، وہ کھا تو کچھ بھی لیتا تھا، دال، سبزی، گوشت بس وہ ہوتا ذائقہ دار تھا ورنہ وہ نہیں کھاتا تھا، کھانے کے بعد طابش چائے بنا کر لے آئی جو کھانے ہی کی طرح مزیدار تھی۔

"چل یار! یہاں جب تک رہیں گے کم از کم کھانا تو اچھا ملے گا۔" عین العارفین کے کان میں سرگوشی کی، سب ہی بیٹھے تھے، اس لئے اس نے سامنے بیٹھے موی کو مسکرا کر دیکھ کر اسے گھورا وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

"ارے بیٹا آؤ نہ رک کیوں گئے؟" مجتبیٰ ہاشمی اسے دیکھ کر بولے کہ صبح کے سات بجے اس کے اٹھنے کی کسی کو بھی امید نہ تھی، عین العارفین سلامتی بھیجتا دسترخوان پر بیٹھ گیا۔

"ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ تم لوگ اتنی جلدی اٹھ جاؤ گے ورنہ ناشتہ پر انتظار....."

"اٹس اوکے انکل! اور میں تو شروع سے صبح جلدی اٹھنے کا عادی ہوں، البتہ مرتقویٰ دیر سے ہی اٹھتا ہے اور نئی جگہ کی وجہ سے وہ رات جلد سو بھی نہیں سکا، صبح صادق کے وقت کہیں جا کر سویا ہے، اب تو وہ دوپہر کے ایک دو بجے سے پہلے نہیں اٹھے گا اور میں اتنی دیر ناشتہ کے لئے انتظار نہیں کر سکتا، مجھے تو اٹھتے ساتھ ہی ناشتہ

کرنے کی عادت ہے۔" وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے ان کو برسوں سے جانتا ہو اور یہی اس کی اچھائی تھی اس کے برعکس مرتقویٰ وہ کسی سے بھی اتنی جلدی فرینک نہیں ہو پاتا تھا، ہر کسی سے فاصلہ رکھ کر ملنے کی عادت اس نے ماں سے لی تھی۔

"ابھی تو ہمیں پتہ نہیں کہ تم اور مرتقویٰ کیا کھاتے ہو، تم اپنی اور مرتقویٰ کی پسند بتا دو تاکہ دوپہر میں تم لوگوں کی پسند سے کھانا بن جائے۔" عفت نرمی و حلاوت سے بولیں۔

"میری تو رہنے دیں آنٹی، میں بہت سلیکٹڈ چیزیں ہی کھاتا ہوں اور مرتقویٰ کی تو فکر نہ کریں، وہ سب کچھ کھا لیتا ہے بس ذائقہ دار ہونا چاہیے، بریانی سے اچھی سبزی بنی ہو تو وہ بریانی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔" اس نے ناشتہ میں بھی پراٹھے نہیں کھائے تھے اس لئے ابھی بھی کوئی ارادہ نہ تھا اور وہ بریڈ اور انڈہ کھانے لگا۔

"اچھا یہ تو بہت اچھی بات ہے اور کھانا مرتقویٰ کو پسند آگیا، یار رات اس نے کھانا ہی نہیں کھایا۔" معصومہ بی کو پریشانی ہوئی تھی۔

"نہیں اسے پسند آگیا تھا، رات کھانا تھا ہی بہت مزیدار....." اس نے تو رات کو بھی تعریف کی تھی اب بھی پیچھے نہیں ہٹا جبکہ اس نے سیر ہو کر کھانے کے باوجود، عین العارفین سے تو کہا تھا مگر دسترخوان پر ایک جملہ تعریفی ادا نہیں کیا تھا۔

"یار تو بور ہو جاؤ گے، میری ایک اہم میٹنگ ہے ورنہ میں چھٹی کر لیتا۔" موی شرمندگی سے بولا۔

"اٹس اوکے موی! ابھی ہم یہاں کافی دن ہیں ساتھ چلنے گھومنے پھرنے بھی جائیں گے۔" وہ سادگی سے بولا۔

"ایسا کرو موی بیٹا، رامش سے فون کر کے پوچھ لو، وہ فارغ ہوگا تو آجائے گا۔" دادا کی بات پر اس نے رامش کو فون کیا اس نے بارہ بجے تک آنے کا کہہ کر فون بند کر دیا، ناشتہ سے فارغ ہو کر وہ کافی دیر مرتقویٰ کے دادا، دادی کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا اور کمرے میں آگیا اور سیل فون پر میسجنگ میں مصروف ہو گیا، اگر اس کے مزاج بگڑ جانے کا خیال دامن گیر نہ ہوتا تو وہ اسے اٹھا دیتا، لیکن اس لئے ایسا نہیں کیا کہ بچی نیند سے جاگنے پر ہمیشہ اس کا دماغ الٹ جاتا تھا۔

☆☆☆

"کیا یار! کہاں پھنسا دیا ہے مجھے۔" مرتقویٰ ہاشمی بہت غصہ میں کمرے میں داخل ہوا اور استری کرتا عین العارفین سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"اب اتنا معصوم مت بن، یہ مصیبت تیری وجہ سے ہی میرے گلے پڑی ہے، لے کر ایک ایک کے سامنے پیشیاں بھگتاتے رہو، میں تو ان سب سے عاجز آگیا ہوں۔" وہ تو جیسے بھرا بیٹھا تھا۔

"شرم کر لے مرتقویٰ یہ سب تیرے اپنے ہیں، تجھ سے والہانہ محبت کرتے ہیں، تیرے بوڑھے دادا، دادی کی چہرے و آنکھوں کی چمک تو ایک دفعہ دیکھ لے نہ تو یہ سب نہ کہے۔" وہ سوئچ آف کرتا ہوا اس کی طرف گھومتے ہوئے بولا۔

"تو نے دیکھ لی ہے نہ یہی بہت ہے، مجھے تو رشتوں سے ہی سخت چڑ ہوتی ہے۔"

"انسانوں سے اتنا فاصلہ رکھ کر ملنا نہیں چاہیے، میں تو یہاں صرف ایڈونچر کے لئے آیا تھا، کہ گاؤں کے ماحول کے بارے میں ناولوں اور ڈراموں میں ہی دیکھا اور سنا ہے، سوچا کہ چلو قریب سے دیکھ لیں گے، یہ جگہ لندن اور سوئٹزر لینڈ جتنی خوبصورت اور دل کو بھانے والی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے، مگر یہاں کے لوگ بہت پیارے، محبت کرنے والے ہیں، تم کو اہمیت عزت دے رہے ہیں اور تمہارے نخرے ہی کم نہیں ہو رہے، تم اب تک بدنصیب تھے مرتضیٰ کے اتنے رشتوں چاہتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان سے محروم تھے اور اب یہ خوش نصیبی تمہارا مقدر بن رہی ہے تو تم ناک منہ چڑھا رہے ہو اور تمہیں یہاں انسانوں کی طرح رہنا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم آج ہی واپس چلتے ہیں۔'' وہ غصہ میں کم ہی آتا تھا جب آتا تو خوب آتا تھا۔

''میں نے تو انکل سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم یہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش ہی نہیں کرو گے۔''

''تو تم یہاں ڈیڈی کے کہنے پر آئے ہو؟'' غصے میں وہ ایک راز فاش کر گیا۔

''ہاں، کیونکہ تمہارے دادا کو کینسر ہے اور وہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ تمہاری صورت دیکھنا، اور اپنے پوتے سے ملنا چاہتے تھے، انکل مگر یہ بات آنٹی کے سامنے کہتے تو آنٹی نے ماننا نہیں تھا، اس لئے میں نے ایڈونچر کا بہانا بنایا اور تم ہو کہ اپنے پیاروں کی قدر نہیں کر سکتے، مجھے تو آنٹی پر بھی حیرت ہے کہ وہ اتنی براڈ مائنڈڈ خاتون یہاں اس معاملہ میں کیوں سخت ہو گئیں اتنے پیار کرنے والے پرخلوص لوگوں کو ہمیشہ برے انداز میں یاد کرتی رہیں اور تمہارے دل میں بھی زہر بھر دیا، مگر تم کوئی بچے نہیں ہو، عقل رکھتے ہو، اپنی زندگی کے سارے فیصلے خود کرتے ہو تو یہ فیصلہ تم آنٹی کی ایماء ان کی رضا سے کیوں لے رہے ہو، سچ اور اچھائی کو سمجھو اور اس کا ساتھ دو۔'' اس نے تو تقریر ہی کر ڈالی۔

''تو میری نیچر جانتا ہے یمین، مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔''

''آئی نو مرتضیٰ بٹ تم یہاں زیادہ سے زیادہ کتنے دن ٹھہر سکتے ہو، ایک ہفتہ، ایک مہینہ اور بس، تو کیا تم اتنے سے چند دن اپنے بوڑھے دادا، دادی کے لئے کمپرومائز نہیں کر سکتے؟ اور ویسے بھی تمہیں کیا کرنا ہے صرف ان سب سے اچھے طریقے سے بات کرنی ہے تاکہ انہیں یہ لگے کہ تم ان کے پوتے بھتیجے ہو، کوئی غیر اجنبی نہیں، تم نے گزرے تین دنوں میں سوائے بےزاریت و بےرخی کے مظاہروں کے کچھ نہیں کیا اور یہی سب کرنا ہے تو میں تو واپس جا رہا ہوں، کیونکہ ان سب کو تمہاری کمی نے اتنا نہیں رلایا ہو گا جتنا تمہارا رویہ غیریت رلا رہی ہو گی، تم اپنے ہی دادا کے گھر ایسے رہتے ہو جیسے کوئی اجنبی گھر میں رہتا ہے، میں جانتا ہوں تم خود کو لمحوں میں تو کیا سالوں میں بھی نہیں بدل سکتے، مگر کسی اپنے کی خاطر خوش اخلاقی کا مظاہرہ تو کر ہی سکتے ہو یا نہیں؟''

''شرمندگی تو مجھے بھی ہو رہی ہے، بٹ اب میں کوشش کروں گا اور تم میرا دماغ بہت کھا چکے، میرے کپڑے بھی پریس کر لو، میں نہانے جا رہا ہوں۔''

''میں کیوں تیرے کپڑے استری کروں؟ میں کوئی تیری بیوی ہوں یا کوئی ملازمہ۔'' وہ آگے جاتا ہوا واپس پلٹ آیا۔

''مجھے تیری جیسی بدزبان چڑ چڑ کر کے وعظ وسنانے والی بیوی نہیں چاہیے اور ملازمہ کا کچھ کہہ نہیں سکتا، کپڑے استری کرنے تو تجھے ہی پڑیں گے، اب خود کو کچھ بھی سمجھ کر استری کر لے، آئی ڈونٹ کیئر۔'' ضرورت کے وقت عین العارفین تو اپنے کام سرانجام دے لیتا تھا مگر وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس لئے اس کے بھی کام عین العارفین کو ہی کرنے پڑ جاتے ہیں، جبکہ اس طرح کے کاموں کی شاذ و نادر ہی ضرورت پڑتی ہے، دگرنہ وہ تو آؤٹنگ پر جاتے تھے تو

ہوٹل میں اسٹے کرتے تھے، سب کام ہو جاتے تھے، مگر یہاں اسے اچھا نہیں لگا تھا کہ وہ ایک شرٹ بھی استری کرنے کے لئے کسی کو بھی دے۔

''ویسے بھی یہ مصیبت خود تو نے پالی ہے، یہاں اتنی عورتیں ہیں جو کام کرنے کو ہر وقت تیار بھی رہتی ہیں کسی کو بھی پکڑا دے، لیکن نہیں جناب میں مروت بہت ہے، اب بھگت۔'' وہ اس کو پیچ و تاب کھانے پر مجبور کرتا خود واش روم میں گھس گیا، اس نے مرتے کیا نہ کرتے مصداق سوئچ آن کر کے شرٹ استری اسٹینڈ پر پھیلائی ہی تھی کہ دروازہ ناک ہوا اور اس کی اجازت پاتے ہی رفعت اندر داخل ہو گئی۔

''بھائی موسیٰ کہہ رہے ہیں کہ آپ لوگ تیار ہو جائیں وہ آفس سے آ کر آپ لوگوں کو پھپھو کے ہاں لے جائیں گے۔'' وہ چوکھٹ پر ہی رکی آنے کا مقصد بتانے لگی۔

''اوکے۔'' ایک لفظ کہہ کر وہ اسے دیکھنے لگا، سفید دوپٹہ کے ہالہ میں اس کا خوبصورت چہرہ پرنور لگا اور وہ اس کے یوں دیکھنے پر جز بز ہوتی پلٹنے لگی تھی کہ وہ اسے آواز دے گیا۔

''سنیئے، رفعت!'' وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھتی اسے گڑبڑانے پر مجبور کر گئی کہ اسے اس سے کوئی کام نہ تھا بےاختیاری میں آواز دے ڈالی تھی، مگر اب کچھ کہنا تو تھا اس لئے بول پڑا۔

''ایک کپ چائے مل جائے گی؟'' اور اس نے فقط ''جی'' کہنے پر اکتفا کیا اس کے خوبصورت چہرے پر ناگواری کم از کم اسے کافی بھلی لگی۔

''کیا آپ کچھ کپڑے استری کر دیں گی؟'' مقصد صرف اس سے بات بڑھانا تھی۔

''جی، آپ مجھے دے دیں، میں پریس کر دوں گی۔'' وہ نرمی سے حامی بھرتی اور وہ وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا، دو شرٹس اور دو ہی پینٹس نکال کر اس کی طرف بڑھائی اس نے کپڑے تھامنے کو ہاتھ بڑھایا، انجانے میں عین العارفین کا ہاتھ اس کے موٹی ہاتھ سے ٹکرایا، اس نے یکدم ہی ہاتھ کھینچ لیا، اس نے کپڑے پکڑے نہیں اور اس نے چھوڑ دیئے، نتیجہ یہ نکلا کہ کپڑے ان کے قدموں میں گر گئے اور وہ ایک ناگوار تنبیہ کرتی نگاہ اس پر ڈال کر روم سے ہی نکل گئی۔

''اس نے ایسے ری ایکٹ کیوں کیا؟ میں نے جان کر تو یہ حرکت نہیں کی تھی۔'' اس کے یوں جانے پر اسے برا فیل ہونے لگا جبکہ وہ اس کے بارے میں غلط انداز سے سوچنے پر خود کو مجبور پا رہی تھی، کیونکہ جب سے وہ آیا تھا اس کی نظروں نے رفعت کو ڈسٹرب کیا ہوا تھا اور اب اسے لگا کہ شاید یہ حرکت جان کر کی گئی ہے۔

''میں آئندہ ان سے کچھ بھی نہیں پوچھنے جاؤں گی۔'' دل میں اس نے پکا فیصلہ کیا اور مطمئن ہو گئی۔

☆☆☆

''مجھے یہاں آ کر کافی اچھا لگا ہے، میں یہاں آنے سے قبل یہ سوچ بیٹھا تھا کہ چنیوٹ ایک پس ماندہ سا دیہات ہے، لیکن میری سوچ غلط ثابت ہوئی، یہ تو کراچی و لاہور سے کسی طور کم نہیں ہے، یہ تو ایک ترقی یافتہ شہر ہی کی مانند ہے۔'' زاہد ہاشمی کے رائے طلب کرنے پر وہ سنجیدگی سے بولا۔

''اب آئے ہو نہ تو بہت سارے دن رکنا، تمہیں دیکھوں تو لگتا ہے جیسے میں بھائی مرتضیٰ کو دیکھ رہی ہوں ان سے بات کر رہی ہوں، سچ بھائی مرتضیٰ بڑا یاد آتے ہیں، مگر وہ تو شہر کراچی میں ایسے جا بسے کہ ہم سب کو ہی بھول گئے، اپنے سگے بھتیجے کو میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے۔'' مومنہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آنے لگے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ڈیڈی بھی آپ سب کو یاد کرتے ہیں۔''
وہ جو کیا کہے کیا نہیں کی الجھن میں گھرا تھا، عین العارفین کے گھورنے پر دھیمے سے بولا۔
''ایسے یاد کرنے کا کیا فائدہ کہ اس کے اپنوں کو ہی پتہ نہ لگے، ہم بھائی مرتضیٰ کی ہر ہر موڑ پر کمی محسوس کی اور وہ محض سالوں میں ایک دفعہ چکر لگا کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے بیٹا اور بھائی ہونے کا حق ادا کر دیا اور سالوں میں کبھی آئے تو اکیلے، کبھی بھرجائی رمشاء کو نہیں لائے، کبھی تمہیں نہیں لے کر آئے تم میرے سگے بھتیجے ہو مگر آج اپنی سگی پھپھی سے ذہنی و قلبی طور پر کس قدر دور ہو، آج ہم اپنے ہی خون سے فارمل ہو کر بات کر رہے ہیں کہ اس کے مزاج سے ناواقف ہیں کہ نہ جانے کون سی بات اسے بری لگ جائے، بھائی مرتضیٰ نے اپنوں سے دوری بنا کر دولت و اسائش تو پالی مگر رشتے ان کی محبت و اپنائیت کھو دی۔''
دلگرفتگی سے کہتیں وہ زار زار رونے لگیں، اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہے تو کیا کیونکہ ان کی کوئی بھی بات سچائی سے خالی نہیں تھی، ان کے لفظ لفظ میں دکھ اور سچائی پنہاں تھی اور وہ کوئی بے حس قسم کا سنگدل شخص نہ تھا کہ اس پر کچھ اثر ہی نہ ہوتا، زاہد ہاشمی نے بات کے درمیان بیوی کو ٹوکنے کی کوشش کی تھی مگر سن ہی کب رہی تھیں اور ان کے یوں رونے پر وہ بھی پریشان ہو گئے۔
''پھپھو! جو گزر گیا ہے وہ میں واپس نہیں لا سکتا، آگے کوشش ضرور کر سکتا ہوں کہ میری جانب سے آپ کو یا کسی کو بھی کسی بھی قسم کی پریشانی اور دکھ برداشت نہ کرنا پڑے اور میں کوشش کروں گا کہ ہم لوگوں کے درمیان جتنی بھی تکلف وغیریت کی دیواریں ہیں وہ سب گر جائیں اور اس کے لئے ہمیں مل کر کوشش کرنا ہوگی۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مومنہ کے برابر بیٹھتا بہت اپنائیت سے ان کا کاندھے پر ہاتھ رکھے نرمی سے کہتا عین العارفین کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر گیا کہ وہ لوگ تو کہیں البتہ وہ اسے اچھے سے جانتا تھا اور اس کا یہ روپ تو اسے خود پہلی دفعہ دیکھنے کی سعادت بخشتا اسے حیران نہ کرتا تو کیا کرتا؟
''تم تو آ گئے ہو بیٹا یہی بہت ہے، ہمیں کیا امید تھی کہ ہم اپنی زندگی میں بھائی مرتضیٰ کی اولاد کو اپنے سامنے دیکھ سکیں گے۔''
شادی کے شروع برس جب مرتضیٰ ہاشمی نئے نئے رمشاء کو پیارے ہوئے تھے، یہ سب دل سے مجبور ہو کر کبھی نہ کبھی ملنے چلے جاتے تھے، مگر جب دوسرا ملنا ہی نہیں چاہے تو انسان دل مسوس کر پیچھے ہٹنے کی بجائے کر ہی کیا سکتا ہے اور وہ لوگ بھی مجبور ہو گئے اور سال کے اس دن کا انتظار کرتے ہیں کہ جب مرتضیٰ ہاشمی ان سب سے ملنے آتے ہیں۔
''اب تو آ گیا ہے نہ تمہارا بھتیجا تو اس کے ناز نخرے اٹھانے کی بجائے تم شکوے لے بیٹھی ہو، بھئی اٹھو بچوں کے لئے کچھ زبردست قسم کے ڈنر کا انتظام کرو، یہ گلے شکوے تو ہوتے ہی رہیں گے۔'' زاہد ہاشمی کے انداز میں شوخی و اپنائیت تھی اور انہوں نے آنسو رگڑتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا۔
''رامش کے بابا خیال نہ دلاتے تو مجھے تو خود سے احساس ہی نہیں تھا، تم یہاں بیٹھ کر اپنے پھپھا جان سے باتیں کرو میں ذرا جا کر دیکھوں بچیوں نے کچھ بنایا بھی ہے یا نہیں اور تمہیں کچھ اپنی پسند کا کھانا ہے تو بتاؤ، میں خود تمہارے لئے اپنے ہاتھوں سے بناؤں گی۔'' وہ اس کے چہرے کو جھکی پلکوں سے دیکھتیں اپنائیت سے پوچھتیں اسے نہ جانے کیوں بہت اچھی اور اپنی اپنی سی لگیں اور بے ساختگی میں اس کے منہ سے نکل گیا۔

''سوجی کا حلوہ بنا لیں۔'' وہ جہاں نہال ہو گئیں وہ خود از حد متحیر رہ گیا کیونکہ اس نے کبھی سوجی کا حلوہ ٹیسٹ تک نہیں کیا تھا، ہاں جب وہ بہت چھوٹا تھا تب ایک دو دفعہ اس نے مرتضیٰ چچا کے منہ سے اس ڈش کا نام اور پسندیدگی سنی تھی اور لاشعور میں موجود بات زبان سے نکل گئی۔
''بھائی مرتضیٰ کو بھی سوجی کا حلوہ بہت پسند ہے، اماں ہر جمعہ کو بھائی مرتضیٰ کے لئے حلوہ بناتی تھیں اور بھائی مرتضیٰ سب کے حصے کا بھی چٹ کر جاتے تھے۔'' مومنہ جیسے ماضی میں کھو گئیں تھیں۔
''کیا بھائی مرتضیٰ ابھی بھی سوجی کا حلوہ شوق سے کھاتے ہیں؟'' کسی خیال سے آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے بھی جھوٹ کا سہارا لے کر ہاں کہہ دیا دیگر نہ اس نام کی ڈش ان کے ہاں کبھی بنی تھی اور وہ پرجوش انداز میں حلوہ بنانے چل دیں۔

☆☆☆

''تم کیوں اتنی اداس ہو؟ کیا کوئی مسئلہ ہے؟'' رفعت ساتھ ہی آئی تھی، آبش کے اتنا پوچھنے پر اس نے اس سے دل کی الجھن کہہ دی کہ دونوں میں دوستی بہت تھی۔
''بھائی مرتضیٰ کے ساتھ جو ان کے کزن رہتے ہیں، وہ مجھے اچھے آدمی نہیں لگتے، ہر وقت گھورتے رہتے ہیں اور بات کرنے کا موقع ڈھونڈتے ہیں۔'' آبش کو اتنی غیر متوقع بات کی امید نہیں تھی، مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ ان دونوں سے آج صبح ہی ملی تھی۔
''میں فی الحال کیا کہہ سکتی ہوں، ان کے رویے میں جانتی نہیں ہوں نہ اس لئے، ویسے یہ سب تمہارا وہم بھی تو ہو سکتا ہے؟'' سچائی نے کہہ کر ساتھ ہی اندازہ بھی ظاہر کر دیا۔
''یہ وہم نہیں ہے اور آج انہوں نے میرا ہاتھ تک پکڑنے کی کوشش کی، میں کتنا ڈر گئی تھیں آپی، کہ وہ اگر.....''
''او پلیز رفعت! ایسا کچھ نہیں ہے، یہ جو تمہیں معمولی معمولی باتوں پر پریشان ہونے کی عادت ہے نہ یہ تمہارا بہت بڑا نقصان بھی کر سکتی ہے، بات چاہے کچھ نہ ہو اور تم نہ جانے کیا کچھ سوچ بیٹھی ہو، اتنی نیگیٹو بھی اچھی نہیں ہوتی، پوزیٹو سوچ رکھنے سے لائف میں سب کچھ پوزیٹو بھلے نہ ہو، انسان وقتی طور پر تو خوش اور مطمئن ہو ہی جاتا ہے اور جو نہیں ہوا، ہونے کا سوچ کر خود کو پریشان کرنا میرے نزدیک حماقت ہی ہے اس لئے میری مانو تو اپنی ان حماقتوں سے باہر نکل آؤ۔'' ان دونوں نے ہی حال ہی میں گریجویشن کے امتحان دیئے اور آج کل فارغ تھی، دونوں ہم عمر ہیں، ہمیشہ ایک ساتھ رہیں، اس لحاظ سے دونوں میں دوستی بھی بہت تھی، رفعت ایک سنجیدہ جلد پریشان و گھبرا جانے والی جبکہ آبش شوخ بڑی سے بڑی پریشانی کو بھی چٹکیوں میں اڑا دینے والی لڑکی تھی، اس کا ماننا ہے جو ہے جیسا ہے اس کو قبول کر کے لائف انجوائے کرنی چاہیے، جو نہیں یا جو نہیں ہوا یا نہیں ہو سکتا، اس کے بارے میں سوچ کر خود کو ہلکان نہیں کرنا چاہیے، آبش جتنی خود اعتماد اور بولڈ تھی وہ اتنی ہی جلد نروس ہو جاتی تھی، وہ تو سڑک تک اکیلے کراس نہیں کر سکتی اور لڑکوں سے تو ایسا خوف محسوس ہوتا جیسے وہ اسے زندہ نگل جانے کو بے تاب ہوں، جبکہ آبش ہر کسی سے چاہے وہ کسی بھی جنس اور عمر سے تعلق رکھتا ہو نہایت خود اعتمادی سے بات کر لیتی ہے۔
''اب ذرا آؤ ڈرائنگ روم تک چلتے ہیں، میں بھی تو دیکھوں جناب آخر ہیں کتنے پانی میں، محض تمہارا وہم ہے یا اس میں کوئی حقیقت بھی ہے۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ چلی آئی تھی پھر وہ تو تھوڑی ہی دیر بعد وہاں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھسک لی تھی جبکہ وہ خود اعتمادی سے ان دونوں سے ہی باتیں کرنے لگی تھی۔

''تھینک گاڈ! عین، یہاں کوئی انسان ٹائپ لڑکی بھی ہے، دگرنہ اب تک جن لڑکی نما گونگیوں اور گھبراہٹ کی پوٹلیوں سے ملتا رہا ہوں نہ تو فیل ہو رہا تھا جیسے یا تو ہم خود دوسری دنیا سے آئے ہیں، یا یہ لوگ مریخ کے ہوں۔'' آبش کے جاتے ہی اس نے سامنے بیٹھے رامش کا خیال کیے بغیر عین العارفین سے سرگوشی کے سے انداز میں تبصرہ کیا تھا، آبش کے علاوہ وہ تین لڑکیوں سے ملے جنہوں نے گزرے دنوں میں سلام دعا کے بعد تیسری کوئی بات پوچھی بھی تو کچھ لانے کچھ چاہیے کے حوالے سے پوچھی تھی جبکہ وہ دس سے پندرہ منٹ میں نے صرف ان کا بلکہ اپنے ساتھ باقی تینوں کا بھی بائیو ڈیٹا بتا گئی تھی، وہ بھی بغیر ڈرے جھجکے ایک دم نارمل لہجے و انداز میں، ڈری لڑکیوں میں اس کی خود اعتمادی قابل ستائش اور حیران کن تھی، اسی کے ذریعے پتہ چلا تھا نہیں کہ رامش، ثروت سے اور موحیٰ، طابش سے انگیجڈ ہے اسی لئے اس نے تبصرہ کرنے کے بعد رامش سے کوئی بات کرنے کے لئے اسے مبارکباد ہی دے ڈالی۔

''تھینکس، ہماری منگنی تو بچپن کی ہے۔''

''آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟''

''نہیں، اعتراض کرنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔'' وہ سچائی سے بولا۔

''نہیں آپ، محبت کے مسافر تو نہیں ہیں؟'' عین العارفین کے شوخ جملے پر اس کے لبوں پر بڑی خوبصورت مسکان سج گئی۔

''ڈلیس یو آر رائٹ، بٹ آپ اتنی جلدی سے اس بات تک پہنچ گئے کہیں آپ بھی تو......؟''

''ارے نہیں اور میری تو کوئی بچپن کی منگیتر بھی نہیں......'' قہقہہ لگا کر کہا رامش بھی ہنس

پڑا، طابش جبھی کھانا لگ جانے کی نوید لئے چلی آئی اور لوگ اٹھ کر ڈائننگ ہال میں آ گئے، ڈائننگ ٹیبل پر سجا کھانا دیکھ کر اسے کچھ اطمینان ہوا تھا، کھانا یہاں بھی بے حد ذائقہ دار تھا ان دونوں نے ہی ڈٹ کر کھایا، مومنہ نے حلوہ بھی بہت مزے کا بنایا تھا جسے اس نے پہلی دفعہ کھانے کے باوجود کافی شوق سے کھایا۔

''بھائی مرتقویٰ! ہم آج آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیں گے، آپ کو ہمیں میزبانی کے مزید مواقع دینے ہوں گے۔'' آبش بہت اپنائیت سے بولی تھی۔

''ہاں، بیٹا، آج تم دونوں یہیں رک جاؤ۔''

''ہم دوبارہ آ جائیں گے پھپھو، ابھی کپڑے ہمارا سارا سامان دادا ابو کے ہاں رکھا ہوا ہے۔''

''سامان کی فکر نہ کرو جس چیز کی ضرورت ہو کہہ دینا اور کل میں جا کر سارا سامان لے آؤں گا۔'' رامش نے بھی خلوص دکھایا تھا۔

''سامان کا مسئلہ نہیں ہے، مگر کپڑے وغیرہ تو کل تک آ ئیں گے اور مجھے نائٹ ڈریس کے بغیر نیند نہیں آتی، اس لئے ابھی تو ہمیں جانے دیں، ابھی ہم یہاں ہیں اور یہاں رکنے بھی ضرور آئیں گے۔'' اس نے معذرت کر لی کیونکہ اس نے سچ ہی کہا تھا کہ اسے نائٹ ڈریس کے بغیر اور نئی جگہ پر نیند نہیں آتی تھی، دو تین دنوں میں وہ کچھ سیٹ ہونے لگا تھا، اب یہاں رک جاتا تو آج کی نیند کا تو بیڑا غرق ہی ہو جاتا تھا۔

''یار! پھپھو اتنا کہہ رہی ہیں تو رک جاؤ اور نائٹ ڈریس کے علاوہ بھی کچھ منگوانا ہے تو کہو میں لے آتا ہوں، اب گھر اتنی بھی دور نہیں ہے بیس منٹ کا ہی تو راستہ ہے۔'' موحیٰ کی مداخلت اسے سخت بری لگی مگر اس نے کچھ کہا نہیں کہ وہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، رفعت بھائی کے

ساتھ جانے کو پر تول رہی تھی مگر آبش نے اسے بھی روک کر ہی دم لیا تھا، جبکہ وہ آج ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی، مگر وہ کم گو سادہ سی لڑکی اتنے لوگوں کے سامنے آبش سے کچھ کہہ نہیں سکی، عین العارفین نے نگاہ اٹھائی جوان دونوں پر ٹھہر گئی۔

رفعت، آبش کے مقابلے میں زیادہ حسین اور تیکھے نین نقش کی مالک ہے، کم تو آبش بھی نہیں ہے اور اس کے چہرے پر پھیلی خود اعتمادی اسے رفعت سے ممتاز بھی کرتی ہے لیکن رفعت میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ نگاہ اٹھے تو پلٹنا بھول جائے، اس کے چہرے پر معصومیت سادگی بھولپن اور پاکیزگی ایک ساتھ جلوہ گر تھیں اور وہ ان کی نگاہوں سے حد درجہ کنفیوز ہو گئی تھی نگاہ جھکائی تھی اور اسی وقت مرتقویٰ نے بھی اسی طرف دیکھا تھا اور یہ ڈری جھجکی لڑکی جسے اس نے اب تک غور سے ہی نہیں دیکھا تھا، اس کی نگاہ بھی بھٹک گئی یلو پرنٹڈ لان کے سوٹ میں دوپٹہ کو سر پر اوڑھے دوپٹہ کے ہالہ میں جگمگاتا روشن چہرہ، میرتی اکل رنگت جو نہ جانے کیوں دہکتی ہوئی لگی تھی، کٹاؤ دار سرخی مائل ہونٹ، ستواں لمبی ناک، بڑی بڑی کشادہ سیاہ آنکھیں اور ان پر پہرہ دیتی سیاہ پلکیں جو اس وقت لرز رہی تھیں، عین العارفین تو کب کا نگاہ ہٹا کر موحیٰ کی طرف گھوم گیا تھا جبکہ وہ زندگی میں پہلی دفعہ مبہوت سا کھڑا تھا، اس نے دنیا گھومی تھی، ہزاروں لڑکیوں سے ملاقات ہوئی، کئی سے تو دوستی تک تھی، حسن اس کی کمزوری تھا، مگر اس طرح نگاہ ساکت پہلی ہی دفعہ ہوئی تھی، موحیٰ نے جاتے ہوئے اسے پکارا تو وہ ٹرانس کی کیفیت سے نکلا اسے سامان جو لے کر آنا ہے اس کی تفصیل بتانے لگا اور موحیٰ سب کو خدا حافظ کہتا نکلتا چلا گیا تھا اور طابش کو لگا تھا کہ روشنیاں سمٹ گئی ہوں، ایک اس کے وجود کے ہونے سے سب کچھ کتنا روشن روشن اور بھلا

سا لگ رہا تھا، اس کے جاتے ہی دل اداس ہوتا دوبارہ اس سے ملنے کی آس جگاتا یکدم خود ہی مسکرا دیا۔

☆☆☆

''قسم سے یار نری مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔''

''اچھا، تو پھر وہ سب کیا تھا؟'' وہ اس کے بن کہے بھی اس کی بات سمجھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جسٹ فار فیملیٹی، کیونکہ اب اتنا بے حس و سنگدل بھی نہیں ہوں کہ کسی کو روتے دیکھ تسلی بھی نہ دے سکوں، وہ بھی اس صورت میں کہ اس کی سے میرا خونی تعلق بھی ہو اور میں نے فی الحال مصیبت اس کمرے کو کہا ہے، کروٹیں بدل بدل کر بدن دکھنے لگا ہے مگر نیند کو نہ آنا ہے اور نہ ہی آئے گی۔'' وہ بستر سے ہی اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا اور کھڑکی کے پردے ہٹا کر کھڑکی کھول دی، کمرے میں ٹھنڈی ہوا آنے لگی۔

''وہی تو میں خود حیران تھا کہ مرتقویٰ ہاشمی اور یوں اپنائیت سے پیش آئے۔'' اس نے بیڈ کے سرہانے سے ٹیک لگاتے ہوئے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی سگریٹ کی پیکٹ اٹھا کر ایک سگریٹ نکالی اور لائٹر سے سلگا کر لبوں کے درمیان پھنسا کر کش لگایا تھا۔

''ویسے عین دھیرے دھیرے ان سب سے مجھے کچھ اپنائیت فیل ہو رہی ہے، ان سب کو ڈیڈی کی کتنی فکر ہے، انہیں کتنا مس کرتے ہیں، یار کتنے ہی بیٹے شادی کے بعد الگ گھر بسا لیتے ہیں مگر اتنی دوری بیگانگی چہ معنی وارد۔''

''ہاں اور یہ آنٹی کی وجہ سے ہے، آنٹی نے انکل سے پسند کی شادی کی اور ان پر محبت سے، اپنے اسٹیٹس سے حاکم بن گئیں اور انکل کی بھی غلطی ہے وہ اگر چاہتے، آنٹی کی غلط بات غلط رویے کو غلط کہتے تو شاید نہ وہ اپنوں سے اتنا دور

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتے نہ ہی ان کے اپنے ان کی کمی کے احساس میں مبتلا ہوتے، مرد میں اگر پاور ہو تو وہ پاور فل سے پاور فل عورت کو اپنی پاور سے زیر بار کر سکتا ہے، لیکن انکل خود زیر بار ہو گئے، اس لئے ساری سچوئیشن تمہارے سامنے ہے۔'' وہ دھوئیں کے مرغولے چھوڑتا رائے ظاہر کر رہا تھا۔

''یس یو آر رائٹ۔'' وہ اس کی طرف پلٹا اور اسی کی مانند اس نے بھی سگریٹ سلگائی، فضا میں دھوئیں کو آزاد کیا اور بات آگے بڑھائی۔

''اسی لئے میں نے سوچا ہے کہ میں کم از کم عام کی طرح کی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔''

''ہاں ارادہ تو میرا بھی یہی ہے اور کیا کوئی لڑکی ہے تیری نظر میں؟'' اس سے پوچھا جبکہ خود اسے یکدم ہی آبش کا خیال آیا تھا نہ جانے کیوں۔

''فی الحال تو نہیں ہے اور تجھے نیند آ رہی ہے تو سو جا۔''

''ہاں تیرا تو لگتا ہے رت جگا منانے کا بھرپور منصوبہ ہے اور پھر صبح سونا پڑا رہے گا اور مجھے بوریت.....''

''تو چلا جانا جہاں دل کرے اور ویسے بھی صبح سنڈے ہے، رامش گھر ہی پر ہو گا۔''

وہ رات بھر میسجز اور ایف ایم پر مصروف رہا، صبح کاذب کے وقت آنکھ لگی، عین العارفین نو بجے اٹھا، فریش ہو کر روم سے نکل آیا اتوار کی وجہ سے سب ہی لیٹ اٹھے اور اب ناشتہ کی تیاریاں چل رہی تھیں، ناشتہ سے فارغ ہو کر عین العارفین کیمرہ لے کر رامش کے ساتھ آؤٹنگ کے لئے نکل گیا، کیونکہ وہ آیا تھا تو ہر ایک جگہ دیکھنا چاہتا ہے جبکہ مرتضیٰ کا ایسا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا اس لئے وہ اسے سونا چھوڑ اکیلے چل پڑا، ظہر کی اذانوں پر وہ اٹھا، فریش ہو کر باہر آ گیا۔

''آپ ناشتہ میں کیا لیں گے؟'' آبش نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

''جوس، ناشتہ کرنے کا موڈ نہیں ہے اور یہ گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟''

''اماں اور آپی بازار گئی ہیں، بھائی عین، بھائی رامش کے ساتھ گھومنے جبکہ بابا، نماز کے لئے گئے ہیں۔'' اس نے تفصیل بتائی اور وہ وہیں ڈائننگ ہال میں کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا اور جوس بناتی ہوئی آبش سے بات کرنے لگا۔

''آپ یہ جوس پیئے میں ذرا کپڑے دھول لوں، مشین لگائی ہے اور بارش کے بھی آثار لگ رہے ہیں اور اللہ کرے کہ کم از کم آج بارش نہ ہو ورنہ ساری محنت ہی غارت ہو جائے گی۔'' جوس کا جگ اس کے سامنے رکھ کر وہ بولی تھی۔

''آپ کو بارش کیسی لگتی ہے؟''

''سخت بری، اتنی گندگی ہو جاتی ہے کہ حد نہیں۔''

''مجھے بری تو نہیں لگتی، لیکن بارش میں بھیگنے کا بھی شوق نہیں ہے۔'' اس کے برا سا منہ بنا کر کہنے پر وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہاں سے نکل گئی کہ اسے کپڑوں کی فکر لگی ہوئی تھی، اس نے دو گلاس جوس کے پیئے اور گھر میں کسی کے نہ ہونے کی وجہ سے بڑی آزادی سے اس نے پینٹ کی اگلی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر سگریٹ سلگالی اور کش لگاتا ہوا موبائل پر میسج ٹائپ کرنے لگا، تھوڑی دیر میں اسے فیل ہوا جیسے کہ بارش شروع ہو گئی ہے، وہ اٹھا اور لان کی طرف نکل آیا، مگر وہ چوکھٹ پر ہی رک گیا کہ بارش بہت تیز ہو رہی تھی، پلٹتا کہ اس کی نگاہ ساکت ہو گئی تھی، اس سے تھوڑے سے ہی فاصلے پر رفعت بارش میں بھیگ رہی تھی، گلابی لان کا سوٹ اس کے بدن سے بری طرح چپک چکا تھا اور اس کے جسم کے نشیب و فراز کچھ اس طرح

سے عیاں تھے کہ آزاد ملک میں برسہا برس رہنے اور کھلے نظارے دیکھ لینے والا مرتضیٰ ہاشمی کے بھی ذہن و دل میں قیامت سی برپا ہو گئی تھی، اس کا بھیگا سراپا قیامت ہی تو لگ رہا تھا، صبیح چہرے پر پھسلتی بارش کی بوندیں، اس کا چاندنی سے ڈھلا وجود مزید نکھر گیا تھا، سیاہ زلفیں کمر سے نیچے تک پھیلی بوند بوند پانی ٹپکا رہی تھیں، وہ جو اپنے آپ میں مگن، بارش کی دیوانی بالکل اس میں ڈوبی سرمستی کے عالم میں بھیگ رہی تھی، کچھ عجیب سے احساس کے ساتھ مڑ کر دیکھا، جب تک وہ بھی بے سوچے سمجھے، اس کے قریب چلا آیا تھا، اس کو اتنا قریب اپنے عین سامنے پا کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، اس نے کاندھے پر پڑی بے پروائی سے پڑے آنچل کو کھینچ کر اپنا وجود ڈھانپنے کی ناکام سی کوشش کر ڈالی، اسے اس کے آنے کی کہاں امید تھی اسے یہ معلوم تھا کہ وہ بے مگر سو رہا ہے اور اتنے دن میں اسے یہ تو پتہ ہی چل گیا تھا کہ وہ اب تین چار بجے ہی اٹھے گا اور بارش دیکھ تو اسے کچھ سوجھتا ہی کب تھا، وہ تو بارش کے آثار دیکھ کر ہی لان میں چائے کا مگ لے کر پہنچ گئی تھی اور بارش شروع ہوتے ہی تو وہ خود کو بھول جاتی تھی اور کسی کو کیا یاد رکھتی، وہ بری طرح بزدل، شرمندگی کے حصار میں لپٹی لب چل رہی تھی، اس نے بے اختیاری میں ہاتھ بڑھایا اور سیاہ گھنیری پلکوں پر اٹکی پانی کی بوندیں پوروں پر چن لیں، وہ جو پہلے ہی کانپ رہی تھی اس کی اتنی جسارت پر دو قدم پیچھے ہوئی، وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی مگر وہ اس کی کلائی تھام گیا اور تھوڑا سا جھٹکا دے کر اپنے مقابل کیا۔

''بھا..... مرتضیٰ..... مرتضیٰ.....''

مرتضیٰ.....'' لب کپکپائے بے بسی پر آنسو گرنے لگے، جو بارش کی بوندوں سنگ شامل ہوتے جا رہے تھے، اس نے بری طرح پیچھے دھکیلا، ایسی امید نہ تھی قدم لڑکھڑا گئے اور وہ تقریباً اندھا دھند بھاگتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئی اور اس کا فسوں بھی جیسے بکھر گیا۔

''اُوف یہ مجھے کیا ہو گیا تھا، میں کیا کرنے جا رہا تھا۔'' ذہن و دل کے قابو میں آتے ہی وہ خود پر لعنت ملامت کرنے لگا، اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''او، میرے خدا! شکر ہے تیرا کہ کچھ غلط نہیں ہو گیا۔'' اس نے لمبی سانس کھینچتے ہوئے شکر ادا کیا تھا، رفعت، دوڑ کر آبش کے کمرے میں آ گئی تھی، دروازہ کے چٹخنی لگائی اور اس کی پشت سے ٹیک لگا کر زار و زار رونے لگی، ان لمحوں کا سوچتے آنسو ہی نہیں رک رہے تھے، اس کے پورے وجود پر لرزہ سا طاری تھا، آبش، واش روم میں نکلی تو اس کو یوں دروازہ سے ٹیک لگائے سسکتے دیکھ کر وہ اس تک آ گئی، وہ پہلے پہل تو اس کو بھی دیکھ کر ڈر گئی۔

''رفعت! کیا ہوا ہے تم اس طرح رو کیوں رہی ہو؟'' اسے آبش کے روم ہی ہونے کی توقع نہیں تھی اور وہ اس کے کاندھے سے آ لگی، اس کو بری طرح بلکتے دیکھ اسے تشویش ہونے لگی۔

''بتاؤ نہ بات کیا ہے؟''

''وہ آبی..... میں.....'' سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیا ہے، جبکہ دروازہ کے باہر کھڑا مرتضیٰ ہاشمی منجمد ہو گیا تھا، وہ رونے کی آواز پر وہاں ٹھہرا تھا، اس کے ساتھ آبش کا بھی دل بند ہونے لگا تھا۔

''پلیز کچھ تو کہو رفعت! ورنہ میری خوف سے جان نکل جائے گی۔''

''وہ میں ڈر گئی تھی آبی۔''

''ڈر گئی تھیں لیکن کس سے؟'' یکدم اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اور وہ غور سے اسے دیکھنے لگی، اس طرح روتے ہوئے آبش نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"وہ میں بارش میں بھیگ رہی تھی، بجلی کڑکنے کی آواز پر میں ڈر گئی۔" وہ کچھ پرسکون ہوئی تھی کہ اس کے ڈر سے واقف تھی کہ اسے بارش میں بھیگنے کا دیوانگی کی حد تک شوق ہے، لیکن وہ بادلوں کے گرجنے بجلی کے کڑکنے سے بھی خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

"تم سچ کہہ رہی ہو نہ کوئی اور بات تو نہیں ہے۔"

"نہیں..... کوئی اور بات نہیں ہے، وہاں میں بالکل اکیلی تھی، ایکدم ہی خوفزدہ ہو گئی، تم تو جانتی ہو نہ بچو یا اماں "ہاں" اور اٹھ جا کر چینج کرو، ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔" وہ سکون محسوس کرتا کہ اس نے کچھ کہا نہیں، کمرے میں آ گیا، مگر وہ اس سب سے بے حد خوفزدہ ہو چکی تھی، رات تک اسے شدید قسم کے بخار نے آلیا تھا اور وہ ضد کر کے اسی حالت میں اپنے گھر چلی گئی، دو دن وہ پھپھو کے ہی گھر رہا اور آج اس کا واپسی کا ارادہ تھا کہ مصطفیٰ ہاشمی کی طبیعت خراب ہو گئی اور اس نے جانے کا مجبوراً ارادہ ہی کینسل کر دیا اور دادا کے ہاں آ گیا، مصطفیٰ ہاشمی، مرنے سے پہلے بیٹے سے بھی ملنا چاہتے ہیں اس خواہش کے پیش نظر اس نے باپ کو اطلاع کر دی رمشاء کسی کانفرنس کے سلسلے میں ملک سے باہر تھیں اس لئے وہ اگلے ہی دن وہاں پہنچ گئے، ایک ہی جگہ رہتے ہوئے بھی اس کا دوبارہ اس سے سامنا نہیں ہوا، وہ صرف اس کی وجہ سے اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی اور اس کی طبیعت کی وجہ سے کسی نے اسے مجبور بھی نہیں کیا اور اس کے فرار حاصل کرنے پر اس کی شرمندگی بڑھ گئی تھی، معافی مانگ لیتا تو شرمندگی ختم نہ بھی ہوتی کم از کم، کم ہی ہو جاتی۔

☆☆☆

"مرتضیٰ! میں نے تجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا، تو نے جیسے چاہی زندگی گزاری اور ہم تیری خوشی میں خوش ہو گئے، مگر تو مرتے ہوئے باپ کی ایک بات مان لے۔"

"آپ حکم کیجئے ابا جان!" انہوں نے فرمانبرداری دکھائی۔

"حکم نہیں التجاء ہے بیٹا! تو ہم سب سے کٹ گیا، ہمارا خون ہمارا جگر گوشہ ہو کر بھی تو اور تیری اولاد ہم سے دور رہی اور میں نہیں چاہتا کہ تو اور تیری اولاد ہمارے خاندان سے یونہی کٹی رہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے رشتے جو کمزور ہو گئے ہیں ان کو مضبوط کر دیا جائے، تو اگر مناسب سمجھے تو اپنے بیٹے کی شادی مجتبیٰ کی بیٹی سے کر دے، نئے رشتے بنیں گے تو پرانے بھی جڑ جائیں گے۔" مرتضیٰ ہاشمی نے باپ کو دیکھا وہ کتنے پژمردہ و نڈھال سے لگے۔

"ابا جان! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور مجھے صرف دس منٹ دیجئے تاکہ میں مرتقویٰ کی مرضی معلوم کر لوں، آپ تو جانتے ہیں کہ جوان اولاد سے زبردستی۔"

"ٹھیک ہے تو مرتقویٰ سے بات کرے اور یہ میرا فیصلہ نہیں خواہش ہے، اس لئے تم دونوں باپ بیٹوں سے ہی کوئی زبردستی نہیں ہے۔" مصطفیٰ ہاشمی کی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ ان کے روم سے نکل کر گیسٹ روم تک آئے۔

"مرتقویٰ! ابا جان چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی بھائی مجتبیٰ کی بیٹی سے ہو جائے۔" انہوں نے بغیر تمہید باندھے اصل بات کہی۔

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں ڈیڈی؟" مرتقویٰ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

"بھائی مرتضیٰ کی چھوٹی بیٹی رفعت کی، ثروت تو مومنہ کے رامش کی بچپن کی منگ ہے۔" یعنی وہ کسی بات سے انجان نہیں تھے۔

"پاپا اگر مناسب لگتا ہے تو مجھے کوئی

اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے اس رشتہ سے انکار نہیں ہے اور تمہارے راضی ہو جانے پر بھی خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ اپنے باپ کی کوئی خواہش تو پوری کر سکنے کے قابل ہوں۔" ان کے لہجے و انداز میں انجانی سی خوشی سمٹ آئی۔

"مام سے خود آپ کو بات کرنی ہو گی، کیونکہ مجھے آپ دونوں ہی کی خوشی کا خیال ہے اور جس طرح مام یہاں کے لوگوں کے ذکر سے ہی چڑ گئی ہیں، مجھے نہیں لگتا کہ وہ اس سب کے لئے راضی ہوں گی؟" اس نے صاف گوئی کہ انتہا کر دی۔

"تم راضی ہو تو رمشاء کو ہینڈل کرنا مشکل نہیں ہو گا۔"

"ہاں تمہیں کسی قسم کا اعتراض ہے تو صاف کہو، رشتہ طے ہو جانے کے بعد میں نہیں چاہوں گا کہ کوئی ایسی ویسی بات ہو۔"

"مجھے شادی آپ لوگوں ہی کی پسند سے کرنی ہے اس لئے میری طرف سے تو اقرار ہے، مگر رشتہ طے کرنے سے قبل مام سے ضرور بات کر لیں۔" وہ بیٹے سے بات کر کے مطمئن ہو گئے اور رمشاء کو کال کی اور وہ تو سنتے ہی تھے سے اکھڑ گئیں۔

"مرتضیٰ! ہرگز میں ایسا نہیں چاہوں گی اور ذرا میری مرتقویٰ سے بات کروایئے، یہ آؤٹنگ کے نام پر کیا لڑکیاں پسند کرنے نکلا ہے۔" بحث کرنے کی بجائے سیل فون بیٹے کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں مرتقویٰ، تمہاری شادی میں نائلہ سے طے کر چکی ہوں، تم باپ بیٹے ان فضول لوگوں کی باتوں میں آنے کی بجائے ابھی فوراً گھر کے لئے نکلو، میں آج میں واپس آ رہی ہوں، سن رہے ہو نہ میری بات۔"

ماں کا سخت لہجہ اس کے کانوں تک رسائی حاصل کر رہا تھا۔

"جی مام! اور آپ نہیں چاہتیں تو میں ڈیڈی کو انکار کر دوں گا، لیکن میں نائلہ سے شادی کرنے والا نہیں ہوں، یہ یاد رکھیئے گا۔"

"کیوں، نائلہ میں کیا برائی ہے؟" ان کے ابرو چڑھ گئے، وہ ماں کی کمزوری جانتا تھا۔

"مام! یہی تو کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے اور آپ سے میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں ایک سادہ سی گھریلو لڑکی سے شادی کروں گا نہ کہ کسی ڈکٹیٹر سے، ڈیڈی کی طرح میں محکوموں والی زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اگر میں نے ڈیڈی کی بیٹی کے لئے ہاں کہی ہے تو یہی وجہ ہے، آپ یہ مت سمجھیں کہ میں کسی کی چالوں میں آ گیا ہوں، میں صرف اپنے بارے میں سوچ رہا ہوں اور یہ میرا حق ہے، جس طرح آپ کو ایک مڈل کلاس شخص نے حاکمیت کے درجے پر فائز کیا میں بھی آپ کے ہی نقش قدم پر چلنا چاہوں گا اور یقیناً آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" اس کی باتوں سے مرتضیٰ ہاشمی ہرٹ ہو رہے تھے، جبکہ وہ بیٹے کی سوچ سے کسی حد تک واقف ہی تھیں کہ انہوں نے حاکمیت کے رنگ انہی سے تو چرائے تھے۔

"او کے مائی ڈارلنگ، میں تمہارے لئے کوئی مڈل کلاس لڑکی ڈھونڈ لوں گی، بٹ اس گھر کی لڑکی کو بہو نہیں بناؤں گی، انڈر سٹینڈ۔" وہ ماں کا اطمینان صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"مام! تو پھر اس لڑکی میں کیا برائی ہے، ڈیڈی کو ان کے بابا کی خواہش پوری کر لینے دیجئے۔"

"نو وے مرتقویٰ جس گھر سے میں نے فاصلہ بنائے اب اسی گھر میں بیٹے کی برات لے کر آؤں گی، مائی فٹ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

''وہ پلیز مام! سمجھنے کی کوشش کیجئے۔''

''سمجھنے کی تمہیں ضرورت ہے اور تم میری بات خاموشی سے مان کیوں نہیں لیتے، کہیں تم مجھ سے کچھ چھپا تو نہیں رہے۔''

''میں آپ کی بات ماننا چاہتا ہوں بٹ ڈیڈی کو بھی تو ناراض نہیں کر سکتا، ڈیڈی نے مجھ پر بھروسہ کر کے ہی دادا جان کو مثبت اشارہ دیا اب ان کی کتنی انسلٹ ہوگی اور مام یہ ایک اور موقع ہے جب آپ ان لوگوں پر اپنی بڑائی ثابت کر سکتی ہیں۔''

''کیا مطلب ہے؟''

''مام' ایک غریب لڑکی کو بہو بنا کر آپ ان سب کی نظروں میں اونچی ہو جائیں گی اور میڈیا پر بھی کوریج کر سکتی ہیں؟'' وہ ماں کی کمزوری جانتا تھا، بیٹے کی بات دل کو لگی۔

''اوکے، اور تم مرتضٰی کو فون دو۔'' اس نے اتنا بڑا میدان اتنی آسانی سے مار لیا کہ مرتضٰی ہاشمی اور عین العارفین تو دنگ ہی تو رہ گئے۔

''بابا جان! کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور مجھے لگتا ہے کہ وہ نکاح کی بات کریں گے؟''

''اوکے تم ہاں کر دو اور میں اپنے مرتقوٰی کی دلہن کے لئے یہاں سے جو مناسب لگتا ہے لے کر کل ہی وہاں کے لئے نکلتی ہوں اور آپ یہ یاد رکھیے گا مصطفیٰ کہ میں نکاح کے بعد ٹھہروں گی نہیں اور ساتھ ہی رخصتی بھی ہو گی اور باقی رسمیں میں ''رمشا ولاز'' میں بڑی دھوم دھام سے ادا کروں گی، یہ یاد رکھنا۔'' انہوں نے بات مکمل کر کے فون رکھ دیا۔

''تھینکس مرتقوٰی! ورنہ رمشہ بہنے تو ہنگامہ ہی کھڑا کر دینا تھا۔'' وہ بیٹے کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''میں جانتا ہوں کہ مام مان جائیں گی اسی لئے میں نے ہاں کہی، کیونکہ اس لڑکی میں تو مجھے انٹرسٹ نہیں ہے اور میں اس کی خاطر اپنی ماما کو ناراض نہیں کر سکتا تھا، مگر میں نے جو فون پر کہا اس میں سچائی تھی اور وہی سب میں ماما سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں، وہ میری سوچ سے واقف ہیں اور آپ بھی اگر مجھ سے بہت زیادہ امیدیں باندھ رہے ہیں تو یہ آپ کی غلطی ہوگی، کیونکہ میں شادی کے بعد بھی یہاں دوڑے دوڑے آنے کا پروگرام نہیں رکھتا اور آپ کی عجیب زندگی دیکھ کر ہی میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ایک عام سادہ سی لڑکی سے شادی کروں گا اور آپ اتنے تو سمجھ دار ہوں گے ہی کہ اس کے بعد اندازہ کر سکیں کہ آپ کی بھتیجی کی میری نگاہ میں کتنی ویلیو ہو گی۔'' وہ باپ کو حیرتوں و پریشانیوں کو نظر انداز کرتا اطمینان سے وہاں سے ہٹ گیا۔

''یو ڈونٹ وری انکل! یہاں اگر میں نے مرتقوٰی کا بہت پیارا روپ دیکھا ہے، اس کے بعد ہم اس سے اچھائی کی زیادہ نہیں تو پچھتر فیصد امید کر ہی سکتے ہیں، اس لئے آپ اطمینان سے شادی کے معاملات طے کر لیں جو ہو گا اچھا ہی ہو گا۔'' اس نے آگے بڑھ کر تسلی بھرے انداز میں مرتضٰی ہاشمی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور وہ ''آئی ہوپ سو'' کہتے روم سے نکل گئے، وہ جلدی سے دیوار کی آڑ میں ہو گئی تھی لیکن پھر دوبارہ اندر سے آتی آوازوں پر ٹھٹک گئے تھے۔

''یہ سب کیا ہے مرتقوٰی میں تو سمجھا کہ شاید تو اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو گیا، محبت وحبت کر بیٹھا ہے۔''

''او شٹ اپ عین، محبت جیسی فضول چیزیں کتابوں میں ہی بھلی لگتی ہیں اور مانا کہ وہ خوبصورت ہے بلکہ بہت زیادہ خوبصورت ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس کو سوچوں، شادی کی پلاننگ کرنے لگوں، شادی مجھے کرنی ہے وہ بھی مڈل کلاس لڑکی، اس شادی

سے اگر ڈیڈی یا ان کے رشتوں کو خوشی ملتی ہے تو ٹھیک، میرے دل میں کوئی جذبہ یا کوئی امنگ نہیں ہے، ہاں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس کو دیکھا ہے، وہ اس قابل ہے کہ میری لائف پارٹنر بن سکے کیونکہ میں نے کبھی بدصورت چیزیں اپنے روم میں نہیں سجائیں۔'' اس کا گھمنڈ لہجے میں بولنے لگا۔

''وہ ایک جیتی جاگتی لڑکی ہے مرتقوٰی! کوئی شو پیس۔''

''آئی نو، لیکن مجھے بیوی ایسی چاہیے جو حسن و خوبصورتی سے مالا مال ہو، جو میرے اشاروں پر چل سکے اور یہ سب اس لڑکی میں موجود ہے، میں اتنا اچھا نہیں ہوں کہ خود کو ڈیڈی کی خوشی پر قربان کر دوں یہ سمجھ لے کہ ایک تیر سے دو نشانے لگا رہا ہوں، لڑکی بھی ویسی مل رہی ہے جیسی چاہتا ہوں اور ڈیڈی بھی خوش اور تو اور مام بھی راضی اور مجھے کیا چاہیے۔'' عین العارفین اس کو تاسف سے دیکھ کر رہ گیا کہ اسے کچھ کہنا یا سمجھانا فضول ہی ہوتا، جبکہ وہ اس کو دیکھ چھت پھاڑ قہقہہ لگا گیا۔

''تو.... تو ایسے مایوسی کا شکار ہو رہا ہے جیسے میری محبوبہ ہے۔''

''شٹ اپ مرتقوٰی اور سوچا ہے تیری ساری گرلز فرینڈ کا کیا ہو گا؟'' وہ تپ کر پوچھنے لگا۔

''کیا ہو گا کچھ نہیں، یار ڈیڈی کے حالات تو، تو جانتا ہی ہے، مام کو دن بھر کی رپورٹ ایسے دینا پڑتی تھی جیسے وہ ان کے نوکر ہوں اور مام، ڈیڈی کا بلا ناغہ سیل فون چیک کرتی ہیں اور میں اس سب سے بے فکر زندگی گزاروں گا، میری بیوی کو نہ میرا موبائل چیک کرنے کی اجازت ہو گی نہ ہی آنے جانے کی فکر میں ہلکان ہونے کی، بس کہیں بھی آؤں جاؤں اس کی بلا سے، سچ مجھے تو کہیں پڑھا ہوا ایک شعر شدت سے یاد آ رہا ہے جو کچھ اس طرح سے ہے۔'' اس نے ذہن پر زور ڈالا اور شعر پڑھنے لگا۔

تیرا پہلو تیرے دل کی طرح آباد رہے
تجھ پہ گزرے نہ قیامت شب تنہا ہی کی

اس نے بڑی خوبصورتی سے شعر پڑھا اور مزید بولنے لگا۔

''یعنی کہ جناب گھر میں بھی سکون اور گھر سے باہر بھی۔'' اب عین العارفین بھی ہنسنے لگا۔

''اور آپ کی زوجہ محترمہ خود اس شعر کی عملی تفسیر بن جائیں گی۔''

وہ کہیں بھی گیا تو لوٹا میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی

شعر کے مکمل ہونے تک دونوں کے کمرے میں قہقہے گونج اٹھے اور باہر کھڑی لڑکی کے دل و دماغ میں سناٹے سے اترتے چلے گئے کہ کھڑا ہونا دشوار لگنے لگا، وہ دیوار کا سہارا لئے ہلکے ہلکے لرز رہی تھی، آنسوؤں کی قطاریں لگ گئی تھیں اور وہ وہیں جمی کھڑی تھی کہ اس کی زندگی کا فیصلہ ہو گیا۔

☆☆☆

دو دن بعد رمشاء ہاشمی چلی آئیں، وہ صبح گیارہ بجے پہنچی تھیں، مصطفیٰ ہاشمی کی طبیعت پہلے سے بھی خراب تھی اور ان کے آتے ہی شام ہی کو بڑی سادگی سے رفعت کا مرتقوٰی ہاشمی سے نکاح ہو گیا۔

وہ رشتے کے لئے چاہے کسی بھی سوچ کے ساتھ راضی ہوئی ہوں، مگر ارجنٹ لی بھی اپنی بہو کے لئے شہر کے بہترین ڈیزائنر سے سبز و ریڈ اسٹائلش شرارہ اور اس کی میچنگ کی ہر ایک چیز لے کر آئی تھیں اور ہمیشہ سادہ رہنے والی رفعت جس کا حسن سادگی میں بھی چمکتا تھا آنکھوں کو خیرہ کرنے لگتا تھا، مہنگے ترین شرارہ اور لائٹ سے میک اپ میں اس کی دلکشی اتنی بڑھی تھی کہ

مرتقویٰ ہاشمی کی نگاہ جو اٹھی تو وہ پلٹنے سے ہی انکاری ہوئی اور وہ بھی ماں کا حامی بن گیا اور پھر اگلے چند گھنٹوں میں ہی وہ سب واپسی کے راستے پر گامزن ہو گئے کہ وہ تو سارا پلان پہلے سے ترتیب دے چکی تھیں، میں شام تک "رمشا لاز" پہنچ گئے تھے، رفعت کافی ڈری جھجکی سی تھی، سفر کی وجہ سے رمشاء نے شرارہ کی جگہ اسے آتشی اسٹائلش سوٹ پہننے کو ثروت کے ہاتھ بھیجا تھا اور یہ رنگ اس کی خوبصورت رنگت پر خوب اپنی بہار دکھانے میں بھی کامیاب رہا۔

"رشیدہ چھوٹی بیگم صاحبہ کو فی الحال گیسٹ روم میں لے جاؤ، یہ کچھ دیر آرام کریں گی اور تھوڑی دیر میں بیوٹیشن آ جائے تو تم اپنی تیاری سے فارغ ہو جانا، رشیدہ پھر تمہیں مرتقویٰ کے روم میں چھوڑ دے گی، اب میں آرام کروں گی، کافی تھک گئی ہوں۔" رمشاء نے ملازمہ اور بہو کو ایک ساتھ ہی ہدایات جاری کرتے ہوئے اپنے کمرے کی راہ لی اور وہ ایک نظر اس خوبصورت گھبرائی ہوئی لڑکی پر ڈالتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جو بڑی خوبصورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

"مام کا بھی جواب نہیں، ہر ایک چیز پرفیکٹ ہے۔" اس نے سجے پھولوں سے سجے و مہکتے روم پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور چینج کرنے چلا گیا۔

"اوف، نوشے میاں سے انتظار نہیں ہو رہا ہے۔" کچھ ہی دیر بعد عین العارفین چلا آیا اور مزے سے اسے چھیڑا۔

"شٹ اپ یار! اور مام کو بیوٹیشن کو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟" اتنی دیر میں پہلا اعتراض کیا تھا۔

"تمہیں نہیں پسند تو منع کر دو اور پچ بھابھی صاحبہ کو کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"ہاں، یہی ٹھیک رہے گا تم جا کر رشیدہ سے کہہ دو۔"

"کیا کہ وہ بھابھی کو چھوڑ جائے یہاں تمہارے کمرے میں۔"

"ہاں، جب سب جانتا ہے تو فضول بکو اس اس کا مطلب؟"

"تم کچھ زیادہ ہی بے تابی نہیں دکھا رہے اور منہ دکھائی میں کچھ دینے کو ہے یا خالی ہاتھ۔"

"شٹ اپ، مام کے ہوتے ہوئے کہیں کوئی کمی ہو سکتی ہے بھلا۔" اس نے فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ ڈائمنڈ سیٹ اسے دکھایا تھا جو رمشاء ہاشمی نے رفعت کو دینے کے لئے اسے دیا تھا۔

"بہت خوبصورت ہے۔"

"اب جانہ یار، وہ بیوٹیشن فضول میں لیپا پوتی کر دے گی اور مجھے مصنوعی نہیں فطری حسن پسند ہے۔" وہ اسے گھورتا کمرے سے نکل گیا مگر جاتے جاتے بھی شرارت کرنا نہیں بھولا تھا۔

"پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ حجلہ عروسی میں بیوی نہیں شوہر انتظار کی گھڑیاں گن رہا ہے۔" اس کی شرارت پر وہ مسکرایا تھا مگر جیسے ہی اس کی بات کی گہرائی جانچی تو اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی اور وہ کمرے میں سے نکل گیا، وہ اپنی انا کے چاند کو ڈھلنے کیسے دے سکتا تھا اور پھر بے مقصد ٹیرس پر ٹہلتا سگریٹ پھونکتا رہا تھا اور پورا ایک گھنٹہ ضائع کر کے کمرے میں قدم رکھا تو بیڈ کے سرہانے سے ٹیک لگائے سوئی رفعت کو دیکھ جہاں نگاہ اس کے معصوم سادہ حسن پر ٹھہری تھی کہ وہ سرخ شرارہ میں محض نیچرل میک اپ کیے لائٹ سی جیولری پہنے ہوئی تھی، وہیں اسے غصہ نے آلیا کہ وہ محض ایک گھنٹہ اس کا انتظار نہ کر سکی اور سو گئی، اس نے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر ڈریسنگ ٹیبل پر پھینکا، ان سے ٹکرا کر پرفیوم کی بوتلیں ارتعاش کا شکار ہو گئیں، شور کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کو دیکھ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی، وہ بھاری قدم اٹھاتا بیڈ کی بائیں طرف جا کر نیم دراز ہو گیا، اس کا اطمینان قابل دید تھا تو اس کی گھبراہٹ و کپکپاہٹ بھی نظر انداز کرنے والی نہیں تھی، اے سی کی کولنگ کے باوجود ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں، ہتھیلیاں بھی گیلی پڑتی جا رہی تھیں، اس نے کن اکھیوں سے ان کی کیفیات جانچتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"اچھی لگ رہی ہو، سرخ رنگ تم پر کافی جچ رہا ہے، وہ کیا کہتے ہیں کہ کھلا ہوا گلاب لگ رہی ہو، جس کی خوبصورتی نرماہٹ محسوس کرنے کا حق رکھتا ہوں۔" وہ سیدھا ہوتا ہوا، انگلی کی مدد سے اس کے جھکے چہرے کو ٹھوڑی سے اونچا کیا، اس کی پلکوں پر حیا و شرم کی دبیز تہہ تھی انہیں لرزاں رہی تھی، اس کی لرزش پلکوں کا رقص، چہرے پر بکھری حیا کی لالی، کشادہ دار لبوں کی تھرتھراہٹ اس نے بڑی مالکانہ نگاہوں سے دیکھی، انگلی نے ٹھوڑی سے لبوں تک کا سفر کیا تھا اور اس نے ہلکے سے دباؤ سے سرخ انگارہ جیسی لپ اسٹک اس کے ہونٹوں سے اپنی انگلیوں کی پوروں پر چرالی تھی، وہ جو اس کی نگاہوں کی بے تابی سے سمٹے جا رہی تھی، اس کا لمس پا کر قدرے پیچھے ہوئی تھی اور اس کی اس حرکت سے وہ کافی محظوظ سا ہوا، ہاتھ تھامتے ہوئے لبوں تک لے جا کر بڑے والہانہ انداز میں بولا۔

نہیں وہ بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو اسے اتنی گرمی شدت سے بڑی دیر تک نہ تکا کرو

اس نے جیسے خود ہی کو سرزش کی تھی کیونکہ اس نے تو اب تک نگاہ اٹھا کر بھی اسے دیکھ پانے کی ہمت نہیں کی تھی۔

"یار ایک دفعہ تو نگاہ اٹھا کر دیکھ لو، مانا کہ تم ملکوتی حسن کی مالک ہو، مگر اب میں بھی اتنا گیا گزرا نہیں ہوں۔" اس نے فرمائش کی تھی، اس نے جسے پورا کرنے کو نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا مگر دوسرے ہی پل پلکیں عارضوں کو سجدہ کرنے لگی تھیں اور وہ زیر لب مسکراتا اس کی جیولری اتارنے لگا، وہ جس کیفیت سے گزر رہی تھی وہ اس کے چہرے پر رقم تھی، اس نے جیولری اتار کر ڈائمنڈ نیکلس اس کے گلے میں سجایا تھا۔

"اس کی خوبصورتی اب بڑھی ہے، تمہارے وجود سے سج کر اس کی قیمت بڑھ گئی ہے۔" اس کی سانسیں اس کے وجود سے اٹھتی مہک رفعت کی سانسوں کو بوجھل کرنے لگی تھیں، وہ اگر اس دن ان کی باتیں نہ سن لیتی تو آج اس کی اتنی چاہت و پذیرائی پر فخر محسوس کرتی اپنا آپ معتبر لگتا، مگر وہ تو اس احساس میں گھری تھی کہ "میں اگر خوبصورت نہ ہوتی تو آج یہاں اس سیج پر بھی نہ ہوتی، خوبرو مردانہ وجاہت کا مالک مرتقویٰ ہاشمی کبھی اس کا نہ ہوتا۔" مگر وہ اس کا اور وہ اس کی ہو چکی تھی، وہ بہت خوش و مسرور تھا تو وہ چاہ کر بھی مسرور نہیں ہو پا رہی تھی۔

اس نے بے سدھ فتح و خوشی کے احساس میں ڈوبے پرسکون سے سوتے مرتقویٰ ہاشمی کے خوبصورت چہرے کو دیکھ دل میں یہ سب سوچا تھا اور آنکھوں میں آ جانے والی نمی کو انگلی کی پوروں پر سمیٹتی فریش ہونے چل دی تھی، ولیمہ کی تقریب ایک ہفتہ بعد ہے جس میں شہر کے بڑے بڑے لوگ انوائیٹڈ ہیں، ولیمہ کی شب آف وائٹ لانگ شرٹ و شرارے میں بیوٹیشن کی مہارت سے کیے میک اپ کے ساتھ وہ اتنی زیادہ حسین لگ رہی تھی کہ ہر اٹھنے والی آنکھ لمحہ بھر کو ساکت ضرور ہوئی تھی، مرتقویٰ ہاشمی کی قسمت پر لوگ رشک کر رہے تھے اور وہ بھی تو خود کو اس کے پہلو میں کھڑا پراؤڈ فیل کر رہا تھا، لوگوں نے ان کی جوڑی کی شان میں زمین آسمان کے قلابے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ملائے تھے، جب کہ وہ اس سب سے نروس ہو رہی تھی۔

"مرتقویٰ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے، میرا دل بہت گھبرا رہا ہے، میں گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس نے سرگوشی میں کہا، اس نے دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی، وہ ایک ہفتہ میں اسے کچھ نہ کچھ تو جان ہی گیا تھا، اس لئے اس نے حامی بھر لی تھی۔

"جسٹ اون منٹ، میں مام سے بات کر کے آتا ہوں۔" اس کا ہاتھ تھام کر دلاسہ دیا تھا۔

"مام! رفعت کی طبیعت خراب ہو رہی ہے اگر آپ کہیں تو ہم گھر چلے جائیں۔" وہ سب کھانے سے تو فارغ ہو ہی گئے تھے اس لئے انہوں نے کچھ سوچ کر اجازت دے دی کہ جتنی واہ واہ ہمیننی تھی وہ سمیٹ چکی تھیں، اس کے میکے سے بھی تقریباً سب ہی آئے تھے سوائے مصطفیٰ ہاشمی کے کہ وہ سفر نہیں کر سکتے تھے اور وہ سب مرتضیٰ ہاشمی کی ریکوسٹ پر بھی نہیں مانے تھے اور ہوٹل میں ٹھہرے تھے، کہ وہ بیٹی کے سسرال میں نہیں ٹھہر سکتے تھے، رمشاء کا رویہ ٹھیک ہوتا تو وہ بھائی کا گھر سمجھ کر رہ لیتے، وہ ان سب سے ملتی مرتقویٰ ہاشمی کے ساتھ گھر آ گئی تھی۔

"تم نے تو آج میرے ہوش اڑانے کا پروگرام بنایا تھا، اب تک کیسے خود پر کنٹرول رکھے ہوئے تھا یہ بس میں ہی جانتا ہوں۔" وہ گاڑی سے اترتے ہی اسے لئے کمرے میں چلا آیا تھا اور وہ جو اس سے یہ امید نہیں رکھتے ہوئی تھی شرم و حیا کے حصار سے ہی نہ نکلی تھی کہ اسے نیچے اتارتے ہوئے اس نے شوخ جسارت کے ساتھ بے تابی سے کہا تھا۔

"میں چینج کر لیتی ہوں، یہ سب بہت ہیوی ہے اس لئے مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" وہ

منمناتے لہجے میں گویا ہوئی۔

"کیا ابھی سے، ابھی تو میں نے غور سے دیکھا بھی نہیں۔" وہ اسے بازو سے تھام کر اپنی جانب کھینچ گیا تھا اور کچھ کہنے کی چاہ میں محض اس کے لب پھڑپھڑا کر رہ گئے۔

ٹوٹا تو ہوں مگر ابھی بکھرا نہیں ہوں فراز
میرے بدن پر جیسے شکستوں کا جال ہے

☆☆☆

تین ماہ پلک جھپکتے میں گزر گئے تھے، اس نے مرتقویٰ کے کہنے پر اس کا ہر کام خود کرنا شروع کر دیا تھا، اس نے ماں کا آفس جوائن کر لیا، اسے ہر چیز وقت پر مل جاتی ہے، گھر کے کاموں کے لئے ڈھیر ساری ملازم موجود تھے، اس لئے اسے کام کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی اور نہ ہی ضرورت، بس وہ کبھی کبھی مرتقویٰ کے کہنے پر اس کی پسند کا کھانا بنا لیتی ہے، زندگی ہر لحاظ سے بہترین تھی، مرتضیٰ ہاشمی اس کا خیال رکھتے ہیں اور رمشاء بھی ابھی تک تو روایتی ساس ثابت نہیں ہوئیں، ان کا اپنا ہی ایک لائف اسٹائل ہے، عین العارفین کو دیکھ جو پہلے پہل اس کو ڈر لاحق ہوا تھا وہ بھی دور ہو گیا تھا کہ وہ اس سے ہمیشہ بے حد عزت سے ہی بات کرتا ہے اور آبش نے بھی سچ کہا تھا کہ اس کا وہم تھا، کیونکہ وہ اس ٹائپ کا انسان تھا ہی نہیں، مرتقویٰ کی تو پھر کچھ گرلز فرینڈ تھیں مگر اس نے کبھی لڑکیوں سے راہ و رسم نہیں بڑھائے تھے، اس کو دیکھ کر تو وہ بے ساختگی میں ہی اٹھ جاتی تھی مگر اس نے بھی ایسا ویسا سوچا تک نہیں تھا اور وہ تو اس سے آبش کے لئے کہہ بھی چکا تھا اور اس نے بڑوں تک بات پہنچا دی اب تو اس سے ایک احترام کا رشتہ جڑ گیا تھا، مرتقویٰ ایک عام سا شوہر ثابت ہو رہا تھا اور اگر اس سے وہ باتیں نہ کی ہوتیں تو وہ اس سب و شاید فیل بھی نہ کرتی، مگر اب اسے کافی کم مائیگی کا

احساس ہوتا تھا، کیونکہ وہ نہ اس کا کوئی فون اٹینڈ کر سکتی تھی اور نہ ہی اس کے دیر سے آنے پر استفسار کر سکتی تھی، وہ رات کے گیارہ بجے، بارہ بجے جب بھی آئے، وہ کچھ پوچھ نہیں سکتی کہ وہ اب تک کہاں تھا؟ کیوں دیر سے آیا ہے؟ اور اس پر یہ کہ وہ سو بھی نہیں سکتی تھی اور نہ ہی کھانا کھا سکتی تھی، چاہے وہ رات گئے آنے کے بعد یہ کہہ دے کہ وہ کھانا کھا کر آیا ہے، اس کے بعد وہ کھائے یا کھائے بغیر سوئے یہ بھی اس کی مرضی تھی، اسے اس سب سے کافی الجھن ہوتی تھی کہ وہ تو جیسے قید ہو کر رہ گئی تھی اور وہ ظالم صیاد بن گیا تھا، اسے گھر والے بہت یاد آتے تھے، وہ تین ماہ میں دو دفعہ آئے جبکہ وہ خود ایک ہی دفعہ وہ بھی مصطفیٰ ہاشمی کے انتقال پر گئی تھی اور آج وہ اتنی اداس اور پژمردہ اس لئے ہو رہی تھی کہ آج مصطفیٰ ہاشمی کا چہلم ہے، اس نے مرتقویٰ سے جانے کی بات کی تھی وہ راضی بھی ہو گیا تھا مگر عین ٹائم پر رمشاء ہاشمی کی کال آ گئی کہ وہ آفس پہنچے ایک اہم میٹنگ ہے اور اسے مرتقویٰ اکیلے بھیج نہیں سکتا تھا سو آفس چلا گیا تھا اور وہ جب سے کتنی ہی دفعہ رو چکی تھی، مگر دل کی حالت تھی کہ سنبھلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی اوپر سے تھوڑی دیر قبل مرتقویٰ نے فون کر کے کہا کہ وہ تیار ہو جائے ایک آفشل پارٹی میں جانا ہے، وہ دو تین دفعہ پہلے بھی اس کے ساتھ اس طرح کی پارٹی اٹینڈ کر چکی تھی، وہ پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہے، شرم و حیاء اور جھجک یہ سب تو بہت فطری سی چیزیں ہیں اور وہ اس کے ساتھ گئی ضرور مگر مرتقویٰ اس کے ساتھ ساتھ ہی رہا، اور اس کی ہمراہی میں وہ کسی سے بھی خود اعتمادی سے بات کر لیتی کہ وہ جیسا بھی تھا اس کے لئے مضبوط سہارا اور ڈھال ثابت ہو رہا تھا، وہ اس کی بیوی ہے اور کوئی اس کی بیوی پر غلط نظر ڈالے یہ وہ کہاں گوارا کر سکتا ہے، اس

کی سوچ میں سے منفی عنصر نکل جائے تو وہ ایک آئیڈیل ہم سفر تھا، مضبوط سائبان، کہ جس کی چھایا میں عورت ہر ایک مشکل و مصیبت کی طرف سے پرسکون ہو جاتی ہے۔

وہ اسے اپنے ساتھ پارٹی میں اپنی رضا سے نہیں بلکہ رمشاء ہاشمی کے کہنے پر لے جا رہا تھا، کہ وہ شوہر جیسا بھی ثابت ہو رہا ہو، وہ بیٹا بہت اچھا تھا، وہ بہت چاہ کر بھی خود کو جانے کے لئے راضی نہ کر سکی، روتے رہنے سے آنکھیں اور سر الگ دکھ رہا تھا وہ سات بجے جب گھر لوٹا تو اسے بستر پر دیکھ تشویش ہوئی، وہ سو نہیں رہی تھی یونہی کسلمندی سے پڑی تھی، دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز پر سیدھی ہوئی اور اسے دیکھ بستر سے اتر آئی تھی اور اس کی سوجی متورم آنکھوں کو دیکھنے وجہ جاننے کے باوجود بھی وہ بولا تو کہا۔

"میں نے فون کر کے کچھ بکواس کی تھی۔"

وہ اس سے بات نرمی سے ہی کرتا تھا۔

"جی، میرے سر میں درد ہو رہا تھا اس لئے۔" گڑبڑا کر وضاحت کرنا چاہی۔

"فضول کے بہانے نہیں سننے میں نے اور میں نے کہا تھا کہ رو رو کر آنکھیں سجاؤ، سر دکھاؤ، تم عورتوں کو بس ہر وقت میکے جانا ہوتا ہے، آج نہیں جا سکے کل چلے جائیں گے، کون سی قیامت آ جائے گی۔" وہ اس پر بری طرح برسا تھا اور اس کی بھی خاموشی ٹوٹی تھی۔

"آج دادا جان کا آج چہلم تھا اور ہمارا فرض بنتا تھا وہاں جانا۔" اس کو بولتے دیکھ حیرت کے ساتھ اشتعال نے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ گزرے تین ماہ میں اس نے آگے سے نہ سوال کیا نہ ہی جواب دیا تھا۔

"اب تم مجھے میرے فرائض بتاؤ گی، فارغ نہیں بیٹھا تھا کہ موتیں اور چہلم ہی نبھاتا رہوں اور آج تو میرے سامنے بکواس کی ہے، آئندہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایسی کوئی کوشش بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ اس کو دائیں ہاتھ سے پرے دھکیلتا واش روم میں گھس گیا اور اتنی سی بات کہنے پر اس نے جس طرح انسلٹ کی اس کے تو آنسو ہی نہیں رک رہے تھے، کہاں اس سے کسی نے ایسے لہجے میں بات کی تھی، وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی اور آج صبح سے وہ یہی کر رہی تھی، ناشتہ میں دو سلائس لئے تھے اور دوپہر کا کھانا تو گول ہی کر دیا تھا اور ابھی یوں بلک بلک کر رونے سے اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی، وہ فریش ہو کر آیا تو اسے وہیں کارپٹ پر بے ہوش پڑے دیکھ لمحوں میں اس تک پہنچا، وہ بے حد پریشان ہو گیا تھا، اسے اٹھا کر بیڈ پر ڈالا اور ڈاکٹر کو فون ملا کر اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگا۔

"ڈاکٹر گردیزی، یہ یوں اچانک بے ہوش کیوں ہو گئی، سب ٹھیک......"

"لیس شی از فائن اور آپ کیلئے خوشی کی خبر ہے آپ اسے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں۔" ڈاکٹر گردیزی چلے گئے جبکہ وہ تو خوشی کے حصار سے ہی نکل پا رہا تھا اس نے شرمائی لب کچلتی رفعت کو آگے بڑھ کر اپنی بانہوں میں بھینچ لیا تھا۔

"آئی ایم سو ہیپی۔" کھنکتے لہجے میں کہہ کر اس کی پیشانی چومی تھی، وہ بھی کافی خوشی محسوس کر رہی تھی لیکن اس کی مانند اظہار کرنے کی ہمت نہیں تھی، اس نے یہ خبر ماں باپ کو بہت خوشی کے احساس کے ساتھ دی تھی۔

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے، آئی ایم سو ہیپی۔" رمشاء اس وقت روایتی ماں لگ رہی تھیں، کہیں سے بھی سخت گیر بزنس وومن نہیں لگ رہی تھیں، مصطفیٰ ہاشمی بھی خوش تھے مگر انہوں نے بیوی کی طرح برملا اظہار نہیں کیا تھا، مرتقویٰ کا رویہ برا تو پہلے بھی نہ تھا اور اب تو بہت ہی اچھا ہو گیا، ہر کیئرنگ ہو گیا تھا، وہ اس کے بے حد خیال رکھ رہا تھا اور وہ بھی اس خوشی کو دل سے محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆

"پلیز، مرتقویٰ کچھ ماہ اور گزرے تو میں بالکل نہیں جا سکوں گی، مجھے گھر والے بہت یاد آ رہے ہیں، بس ایک دفعہ لے چلیں، اس کے بعد جب تک آپ نہیں کہیں گے، میں جانے کو بالکل نہیں کہوں گی، ویسے ہی اگلے ہفتہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہو رہا ہے، اس ماہ میں......"

"اوکے، میں سیٹ ریزرو کروا لیتا ہوں۔"

چار ماہ میں اس نے پہلی فرمائش وہ بھی اتنے پیار اور ملتجیانہ لہجے میں کی تھی کہ وہ انکار نہیں کر سکا جبکہ رمشاء ہاشمی نے اسے وہاں لے جانے سے ایک ماہ قبل ہی صاف انکار کر دیا تھا۔

"تھینکس مرتقویٰ! آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ اسے بچوں کی طرح خوش ہوتے دیکھ رہا تھا، اس کے خوبصورت چہرے پر جیسے روشنیاں پھوٹی پڑ رہی تھیں۔

"مرتقویٰ! کیا ہم وہاں کچھ دن ٹھہر سکتے ہیں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا جیسے اس کے انکار کی پوری امید پہلے سے ہو، مگر آج وہ کافی اچھے موڈ میں تھا یا کیا وجہ تھی وہ اس کی ہر بات بڑے آرام سے مانتا جا رہا تھا۔

"اوکے، ہم وہاں دو دن ٹھہر جائیں گے اور ابھی مزیدار سی کافی بنا لاؤ، تمہارے ہاتھ کی کافی پینے کو دل کر رہا ہے۔" وہ مسکرا کر کافی بنانے اٹھ گئی، جب بنا کر لے آئی تو وہ فائلز میں بری طرح مصروف تھا۔

"تمہیں نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ، مجھے آفس کا بہت ضروری کام کرنا ہے۔" اسے نیند نہیں آ رہی تھی، اس نے ٹیرس کی جانب کھلنے والے دروازے سے باہر کی طرف جھانکا تھا، موسم کافی خوبصورت ہو رہا تھا اور اس کا دل ٹیرس پر جانے کو مچلنے لگا کہ اسے لگا تھا کہ بارش کسی بھی وقت ہو جائے گی۔

"مرتقویٰ آپ میرے ساتھ ٹیرس پر چلیں، وہیں اپنا کام......"

"دماغ خراب ہو گیا ہے جو ٹیرس پر جا کر کام کروں گا اور پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو، ذرا سی بھی کہیں بھی کمی رہ گئی تو مام نے بے عزت کر کے رکھ دینا ہے، وہ آفس کے کام پر کوئی کمپرومائز نہیں کرتیں۔" اس نے کچھ چڑ کر کہا تو اس کا منہ ہی اتر گیا اور وہ کمرے کی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔

"اس وقت ٹیرس پر جانے کی کیوں سوجھی، آرام سے سو جاؤ کہا بھی ہے کہ اپنا خیال رکھا کرو، مگر نرمی سے کہی بات تم عورتوں کو سمجھ نہیں آتی اور اب وہاں کیوں کھڑی ہو آ کر سو۔" ہاتھ لگنے سے کافی فائل پر گر گئی تھی اور اس نے ساری جھنجلاہٹ اس پر نکالی تھی جو بڑی حسرت سے برستی ہوئی بوندوں کو دیکھ رہی تھی، اس کو بجلی کے کڑکنے، بادلوں کے گرجنے سے خوف نہ آتا تو وہ اکیلے ہی چلی جاتی اس کے بری طرح ڈپٹنے پر وہ کھڑکیاں بند کرتی پردے برابر کرتی مرے مرے قدموں سے بستر کی طرف بڑھنے لگی۔

"ایک دم ہوا کیا ہے، کافی بنا کر لانے تک تو ٹھیک تھیں۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ غصہ تو نہیں ہوں گے؟" اس کے لہجے کی ذرا سی نرمی پا کر وہ رائٹنگ ٹیبل تک آ گئی اور اس کا مثبت اشارہ پا کر بولی۔

"مرتقویٰ، بارش ہو رہی ہے، مجھے بارش میں بھیگنے کا بہت شوق ہے۔" اس نے پہلی دفعہ اپنی پسند اسے بتائی تھی۔

"لیکن مجھے بارش بالکل پسند نہیں ہے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا، تمہیں جانا ہے تو اکیلی ہی چلی جاؤ۔" اس نے مصروف سے انداز میں اس کی بات سنی اور سر اٹھائے بغیر کہا۔

"نہیں، مجھے ڈر لگتا ہے، اس لئے آپ ساتھ چلیے، آپ وہیں بیٹھ کر کام کر لیجئے گا، سچ میں آپ کو بالکل ڈسٹرب نہیں کروں گی۔" اس نے پیار بھری فرمائش کی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آج کل وہ اسے کسی بھی بات کے لئے انکار نہیں کر پا رہا تھا، اس لئے فائلز سمیٹتا اٹھ گیا۔

"مرتقویٰ اتنے برے نہیں ہیں جتنے باتیں سننے کے بعد اور شادی کے شروع ماہ میں لگے تھے۔"

حوا کی بیٹی ذرا سی نرمی سے ہی پگھلتی مثبت سوچ کی طرف چل پڑی تھی، مرتقویٰ اس کے پیچھے ہی چھتری لے کر آیا تھا تاکہ فائلز اور خود نہ بھیگ سکے اور وہ اپنے کمرے سے ٹیرس پر آئے تھے، وہ وہیں رک گئی تھی جبکہ وہ مضبوط قدم اٹھاتا گھر کے اندرونی حصہ سے ٹیرس پر آتی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا کیونکہ اسے ہر حال میں یہ کام کرنا تھا نہ وہ کام ملتوی کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے انکار کر سکا اس لئے سیڑھیوں پر بیٹھا جلدی جلدی کام نپٹانے لگا تھا کیونکہ رات کے گیارہ بج گئے تھے اور اسے صبح اٹھنا بھی تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ اسے ڈسٹرب نہیں کرے گی، مگر کام کرتے ہوئے نگاہ اس تک گئی تو وہ مکمل ڈسٹرب ہو گیا، اس کو دیکھنے کے بعد اس کا کام میں دل لگا ہی نہیں، فائلز وہیں رکھ کر وہ کھڑا ہو گیا اور ہاتھ باندھ کر دیوار سے ٹیک لگائے اسے بارش میں بھیگتا دیکھ رہا تھا اور اسے چار ماہ قبل بارش کا وہ منظر یاد آنے لگا کہ کیسے وہ بے خود ہو گیا تھا، تبسم لبوں پر سجائے وہ اس کی طرف بڑھنے لگا اور پیچھے سے جا کر اس کے گرد اپنا حصار کھینچ دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''آپ ہیں، میں تو ڈر ہی گئی تھی۔'' وہ چونک گئی تھی۔

''ویسے ہی جیسے سومنہ پھپھو کے ہاں ڈری تھیں، مگر اس دن بھاگ گئی تھیں، آج تم نہیں بھاگ سکتیں اور نہ میں تمہیں بھاگنے دوں گا۔'' اس نے مخمور لہجے میں گزری ساعتیں اسے یاد دلانا چاہی، اس کی تو پلکیں لرزنے لگی تھیں۔

''میں نے دنیا بھر میں حسن تو بہت دیکھا مگر ایکدم مبہوت کر دینے والا حسن صرف تمہارے وجود میں ہی پایا، میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کسی کو پانی اتنا خوبصورت بھی بنا سکتا ہے، جیسے بارش کے بعد آسمان ایک دم صاف شفاف ہو جاتا ہے نہ ویسے ہی تمہارا حسن بھی مزید نکھر کر دوآتشہ ہو جاتا ہے، مجھے ڈسٹرب نہ کرنے کے وعدے کے ساتھ لائی تھیں مگر میری پوری ہستی ہی تم نے ہلا ڈالی۔'' وہ اس پر جھکا سرمستی کے عالم میں بولتا دھیمے دھیمے گنگنانے لگا۔

تیرے بھیگے بدن کی خوشبو سے
لہریں بھی ہوئیں مستانی سی
تیری زلف کو چھو کر آج ہوئی
خاموش فضا دیوانی سی

وہ تو جیسے بن پیے بہک رہا تھا اور وہ اس کی جسارتوں پر سمٹتی چھوئی موئی سی ہوئی جا رہی تھی۔

''مرتقوئی!''

''اوہوں، بولو جان مرتقوئی!'' اس انداز [illegible] کہنے کی ہمت کی مگر اس نے سوچا کہ آج نہیں پوچھ سکی تو یہ الجھن کبھی ختم ہی نہ ہوگی اسی سوچ کے ساتھ اس نے بہت ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

''مرتقوئی! آپ مجھ سے محبت تو کرتے ہیں نہ؟''

''ہاں بہت زیادہ، میرا محبت پر کبھی ایمان رہا ہی نہیں، مگر جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو نہ تو سارے ایمان ڈانوا ڈول ہو گئے، ایک ایسا شخص جس نے نہ کبھی محبت کی نہ اس پانچ حرفی لفظ سے کبھی اپنائیت محسوس کی، نہ اس پر کبھی اعتبار ہوا، لیکن آج وہی شخص اپنی بیوی کی محبت میں مبتلا ہے، کبھی مجھے چھوڑ کر مت جانا کہ میں خود کو تمہاری خاطر بدل رہا ہوں، تم مجھے چھوڑ کر گئیں تو میں تو مر ہی جاؤں گا۔'' وہ اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

''ایسے مت کہیں مرتقوئی آپ کو کچھ ہو گیا تو میں بھی جی نہیں پاؤں گی، بہت محبت کرنے لگی ہوں آپ سے، بہت زیادہ۔'' وہ اس کے سینے میں سما گئی تھی، آج وہ کچھ جو اسے خوش نہیں ہونے دیتی تھی ختم ہو گئی تھی، صحیح معنوں میں آج اسے اپنی تکمیل ہوتی محسوس ہوئی تھی اپنا آپ معتبر لگنے لگا تھا۔

اس کے عشق میں بھیگ کے ہم کو یہ احساس ہوا
دل کی بات میں آنے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں

☆☆☆

''آپ سمجھ کیوں نہیں رہے مرتقوئی، میکے یا گھومنے جانے کی بات نہیں ہے کہ ہم ٹال مٹول سے کام لیں۔''

''میں ٹال مٹول نہیں کر رہا، مگر انسان اپنی طبیعت......''

''کچھ نہیں ہوا ہے مجھے اور روزہ کسی صورت معاف نہیں ہے میں آپ کو روزہ رکھنے کے لئے کہہ رہی ہوں اور آپ مجھے ہی روکنے لگے۔'' وہ سخت برہم ہونے لگی تھی کیونکہ کل صبح رمضان المبارک کا پہلا روزہ ہے، اس نے ملازمہ سے کہہ کر سحری کی ساری تیاری کروائی تھی، سونے سے قبل الارم لگاتے ہوئے اس سے ذکر کر دیا کہ کل سے روزے شروع ہو رہے ہیں، تو مرتقوئی نے صاف کہہ دیا ''روزہ میں نے تو اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں رکھا'' اور اس کی تو حیرانگی سے پوری آنکھیں کھل گئیں کہ وہ نماز بھی نہیں پڑھتا، اس کے کہنے پر بھی یہ عادت نہیں ڈالی تھی۔

''کیا آپ، آپ نے کبھی روزہ رکھا ہی نہیں، آپ کتنے بڑے ہیں مرتقوئی اور روزہ تو گیارہ برس کی عمر میں ہی فرض ہو جاتا ہے، آپ نہ نماز پڑھتے ہیں اور روزہ۔''

''رفعت، بس چپ کر جاؤ، ہر وقت وعظ کرنے نہ مت بیٹھ جایا کرو۔'' اسے بری طرح ڈپٹ دیا۔

''میں وعظ نہیں کر رہی، مگر نماز روزہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور آپ ان فرائض کی ادائیگی سے ایکدم محروم۔''

''مجھے نیند آ رہی ہے میں سو رہا ہوں۔''

''میں آپ کو سحری میں اٹھا دوں گا جو کام آپ نے اتنے برس نہیں کیا کل سے۔''

''مجھے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، ایک کام جب میں نے کبھی کیا ہی نہیں اور نہ کرنا چاہ رہا ہوں تو کیوں میرے پیچھے پڑ رہی ہو، چپ کر کے سو جاؤ۔'' اسے بری طرح ڈپٹ کر وہ تکیہ درست کر کے لیٹ گیا۔

''میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتی، مگر بتانا اور سمجھانا میرا فرض تھا۔'' اس کی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ الارم سیٹ کرنے لگی۔

''اب لائٹ بند بھی کر دو، ساری نیند خراب کر کے رکھ دی ہے۔'' اس نے نم خالی خالی نظروں سے اپنے وجیہہ سے مزاجی خدا کو دیکھا تھا، جو دین سے کتنا زیادہ دور ہے، آنسو رخساروں پر لڑھکنے لگے۔

''ایک تو تمہیں ہر وقت رونے کا بہانا چاہیے ہوتا ہے۔'' وہ بری طرح چڑ کر اسے گھورنے لگا۔

''رونا بھی ہے تو لائٹس پھر بھی آف کر دو، صبح میری ایک اہم میٹنگ ہے، سوؤں گا نہیں تو صبح تک کیا خاک فریش ہوں گا۔''

''الارم سیٹ کر کے لائٹس آف کر دوں گی۔''

''الارم کیوں سیٹ کر رہی ہو، روز بھی تو اٹھتی ہو نہ؟''

''صبح چار بجے تک اٹھنا پڑے گا سحری کے لئے، آپ کو روزہ نہیں رکھنا یہ آپ کا فعل ہے مگر مجھے تو روزہ رکھنا ہے۔'' وہ الارم کلاک سائیڈ ٹیبل پر رکھتی نہایت طنز سے کہتی لائٹس آف کرنے اٹھنے لگی تھی کہ وہ اس کی کلائی تھام گیا۔

''کیا تم روزہ کھولو گی، حالت دیکھی ہے اپنی۔''

''میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں اور میں اس کنڈیشن میں بھی روزہ رکھ سکتی ہوں، میں ڈاکٹر رضیہ سے ڈسکس کر چکی ہوں، روزہ رکھ سکتی ہوں میں اور انشاءاللہ پورے روزے رکھوں گی۔''

''جب میں نے منع کیا تو پھر۔'' وہ [illegible] نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''آپ منع کرنے والے کون ہوتے ہیں؟''

''تم بھول رہی ہو شاید کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔''

''نہ بھولی ہوں نہ بھولنا چاہتی ہوں کہ آپ میرے شوہر ہیں مگر نعوذ باللہ خدا تو نہیں ہیں [illegible] روزہ خدا نے فرض کیا ہے۔''

''تم مجھ سے یہ کس لہجے اور انداز میں بات کر رہی ہو؟'' اس کا سخت تیکھا لہجہ اسے [illegible] کر گیا، وہ اس سے بہت نرمی سے بات [illegible] اور جہاں اس نے خاموش ہو جانے کا [illegible] میں خاموش ہو گئی، وہ اس سے [illegible] فرسٹیشن نہ کر رہی تھی تو وہ کیسے برداشت کر لیتے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''معافی چاہتی ہوں مرتقویٰ۔''

''شٹ اپ اور جو میں نے کہا اس پر عمل کروگی۔''

''نہیں، میں آپ کی یہ بات نہیں مان سکتی، آپ میرے شوہر ہیں، مجھے جس کام سے روکے گیں وہ میں کبھی نہیں کروں گی، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ ایک شوہر کا کیا حق ہوتا ہے، اگر شوہر ناراض ہو تو فرشتے رات بھر بیوی پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں اور میں نے اب تک ایسا کوئی کام نہیں کیا کہ ایسی کوئی نوبت آئے، لیکن آپ کو میری کسی بھی بات سے تکلیف پہنچتی ہے تو میں اس کے لئے معافی مانگ لیتی ہوں، آپ مجھے میکے جانے سے روکیں گے یا ایک پاؤں پر رات بھر کھڑا رہنے کو کہیں گے تو میں کرلوں گی، لیکن یہ نہیں مان سکتی، کیونکہ شوہر کے حقوق اور حقوق اللہ میں زمین آسمان کا فرق ہے اور روزہ اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور میں اگر آپ کی بات نہ مان کر روزہ رکھوں گی تو میں آپ کی گناہ گار نہیں ہوں گی، لیکن مانوں گی تو اپنے رب کے گناہگار بندوں میں شامل ہو جاؤں گی اور میں تو پہلے ہی بہت گناہگار ہوں مرتقویٰ مجھے اپنے رب کی عبادت جیسا کے کرنے کا حق ہے، میں نہیں کر پائی، کیونکہ میں ادنی سی بندی حقوق العباد ادا نہیں کرسکتی تو حقوق اللہ کیسے ادا کرسکتی ہوں، ہاں کوشش ضرور کرتی ہوں اور آپ سے ہاتھ جوڑ کر التجا کررہی ہوں کہ آپ مجھے ایسا کرنے سے منع روکیں۔'' وہ بلک بلک کر رونے لگی تھی جبکہ وہ ششدر سا اسے سنتا اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا کیسا خوف و ڈر اس کے حسین چہرے پر پھیلا ہوا تھا اور اس نے صبح ہی تو کہا تھا کہ اس نے جس کام سے ایک دفعہ منع کیا اس نے دوبارہ بھی کیا ہی نہیں، کسی بھی کام کے لئے اسے دوبارہ کہنا ہی نہیں پڑتا تھا، اس کی باتیں، اس پر سوچوں کے کتنے ہی در وا ہونے لگے اور وہ اسکی خاموشی سے بے حد ڈر گئی۔

''آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟'' اس نے کچھ سوچ کر اسے ''ہاں'' کہہ دیا اور وہ اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''روزہ تو مجھ پر ہی نہیں آپ پر بھی فرض ہے مرتقویٰ آخر آپ بھی تو مسلمان ہیں۔''

''مجھے تم سے وعظ نہیں سننا، میں فیصلہ سنا چکا ہوں اور چاہتی ہو کہ میری ناراضگی دور ہو جائے تو تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔'' وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا اور وہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی، اسے دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔

''میرے اللہ میری مدد کر، میں تیری بہت گناہگار بندی ہوں، تیرے دین و سچے راستے پر چلنے کی محض کوشش کرتی ہوں اور تو نے ہمیشہ میری سیدھے راستے پر چلنے میں راہنمائی کی تو مجھے بھٹکنے سے بچالے، میرے ایمان کی حفاظت فرما، مجھے اور میرے شوہر کو اپنی رحمت کے سایے میں جگہ دے کر ہمیں بد بختیوں کی صف میں شامل ہونے سے بچالے آمین۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی اپنے اللہ سے فریاد کررہی تھی۔

☆☆☆

دن اور راتیں بہت بوجھل ہو گئیں تھیں، دن بہت تیزی سے گزر رہے تھے پلک جھپکنے میں رمضان کا پہلا عشرہ ختم ہو گیا، مرتقویٰ اس سے بات نہیں کررہا تھا اور وہ اس کی طرف سے بے چین و مضطرب، عبادت میں سکون تلاش رہی تھی، وہ سحری کے وقت اٹھتی، اکیلے ہی سحری کرکے روزہ رکھتی، تہجد کی نماز ادا کرکے اذان ہونے تک مختلف تسبیحات پڑھتی اور فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سونے لیٹ جاتی اور وہ جو اس کو سوتا سمجھتی تھی، وہ جاگ رہا ہوتا تھا، وہ اسے آفس جانے کے لئے اٹھتی تو وہ بغیر ناشتہ کیے نکل جاتا، افطاری کے ٹائم وہ آجاتا تھا اس لئے اسے اکیلے روزہ نہیں کھولنا پڑتا تھا، وہ عصر کے وقت آتا تھا اور اکثر وہ اسے نماز پڑھتی ہوئی ملتی، ہاتھ دعا کو اٹھے ہوئے مگر لب محض لرزتے آنکھوں سے آنسو گرتے رہتے وہ عشاء کے بعد ہی سو جاتی کہ اس حال میں روزے رکھنا اور پر سے مرتقویٰ کی ٹینشن اس نے رب سے لو نہ لگائی ہوتی تو کب کی ہمت ہار دیتی کہ جسے آج بارہواں روزہ تھا، صبح سے ہی اسے چکر سے آرہے تھے ظہر کی نماز بھی بہت مشکل سے ادا کر پائی اور عصر تک وہ بالکل نڈھال ہو گئی، آفس سے لوٹے مرتقویٰ نے اسے آتے ہی اس کونے کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا چاہا تھا جہاں وہ گیارہ دن سے اسے اس وقت نظر آئی رہی تھی، مگر وہ کونا آج ویران تھا اور وہ نڈھال سی شکستہ قدموں سے واش روم سے نکلتی دکھائی دی، اس کے پیلے چہرے کو قدرے تشویش سے دیکھا، ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہاتھ سست پڑ گئے اور وہ اس کے سامنے آرکا۔

''تم ٹھیک تو ہو رفعت؟'' اتنا پوچھنا تھا کہ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

''ادھر بیٹھو، طبیعت زیادہ خراب ہورہی ہے تو میں ڈاکٹر کو بلالوں۔'' کاندھوں سے تھام کر اسے بیڈ پر بٹھایا اور فکرمندی سے کہا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں، آپ پریشان نہ ہوں اور جاکر چینج کرلیں۔'' اس نے فکرمند لہجے پر دل اور آنکھیں بھر بھر آرہی تھیں، بہ مشکل آنسوؤں کو پیچھے دھکیل کر بولی۔

''اسی لئے منع کیا تھا روزہ رکھنے کو اور بیماری کی حالت میں انسان بہ حالت مجبوری روزہ چھوڑ سکتا ہے، کیونکہ روزہ خالص اللہ کے لئے ہوتا ہے اور دلوں کا نیتوں کا حال بندوں سے بہتر اللہ جانتا ہے۔'' وہ ششدر سی اسے دیکھنے لگی کہاں اس سے ایسی کسی بات کی توقع تھی۔

''آپ نے ٹھیک کہا مرتقویٰ اور میں نے شرعی عذر کے علاوہ کبھی روزہ نہیں چھوڑا، عذاب ثواب، فرض واجب کی بابت مجھے بچپن سے بتایا گیا، دادی ماں نہایت نرم و شفیق خاتون ہیں مگر بلا عذر نماز چھوڑنے پر وہ نہایت سختی سے پیش آتی تھیں اور میں جانتی ہوں کہ روزہ بہ حالت مجبوری چھوڑ کر بعد میں قضا روزہ رکھا جا سکتا ہے، لیکن مجھے کوئی مجبوری نہیں تھی، ڈاکٹر نے یہی کہا تھا کہ مجھ میں ہمت ہو، تو رکھوں اور میں نے یہی سوچا تھا کہ ہمت نہیں ہو پائی تو اللہ تو میرے حال سے واقف ہے، وہ ضرور مجھے سزا دینے کی بجائے قضا کی مہلت دے گا، لیکن آپ نے جو کچھ کہا اس کے بعد میں روزہ چاہ کر بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی کہ مجھے یہی لگتا تھا کہ ایسا میں نے کیا تو آپ مجھے غلط سمجھیں گے کہ مجھے شوہر کی پرواہ ہے دین کی نہیں اور مجھے میرے اللہ نے اتنی حاقت و ہمت دی کہ میں نے گیارہ روزے ایک نارمل صحت مند انسان کی طرح گزارے، اتنا تو نارمل انسان کو بھی کمزوری کا احساس ہو ہی جاتا ہے اور میں روزے نہ رکھنے کی نہیں آپ کے رویے کی وجہ سے نڈھال ہوں کہ مجھے نہیں چین ہی نہیں پڑتا، میرا تو کھانا پینا، سونا جاگنا ہی اس سوچ نے حرام کردیا ہے کہ میرا شوہر مجھ سے ناراض ہے اور میں اس کی ناراضگی دور بھی نہیں کرسکتی، میں خود کو بہت دیندار، باشرع عورت نہیں سمجھتی، میں تو طفل مکتب ہوں مرتقویٰ تھوڑی بہت دین کی سمجھ ہے تو صرف اس لئے کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی، والدین نے اچھی پرورش کی، ورنہ تو میں کسی قابل ہی نہیں ہوں۔''

''اور میں چاہتا بھی نہیں ہوں، تم جو اتنے دن میری وجہ سے اذیت میں رہیں میں اس کے لئے تم سے شرمندہ ہوں اور معافی چاہتا ہوں، مگر میں بہت خوش ہوں، رفعت کہ اللہ تعالیٰ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک ثابت قدم، صحیح و غلط میں تمیز رکھنے والی عورت کا ساتھ نصیب کیا اور اس کے لئے میں جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔'' وہ اس کے آنسو صاف کرتا ہوا ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولتا اسے حیران ہی تو کر گیا۔

''اور تم اٹھو اور عصر کی نماز پڑھو، باقی باتیں عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد، سچ آج کل تو دن بڑی ہی مشکل سے گزر رہے، گرمی بھی تو اتنی زیادہ تھی، جب ایک مرد ہو کر مجھ سے کنٹرول نہیں ہو رہا تھا تو تم نے کیسے کنٹرول کیا ہوگا۔'' وہ الجھن زدہ سی اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''میں آپ کی باتیں نہیں سمجھ پا رہی۔''

''کہا نہ رات میں بات کریں گے، کافی تھک گیا ہوں کچھ دیر آرام کروں گا، تم اٹھ کر نماز پڑھو، عصر کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔'' وہ اس کے برابر سے اٹھا اور بستر پر جا کر لیٹ گیا، وہ اس سے پوچھنا تو بہت کچھ چاہ رہی تھی مگر وقت مناسب نہیں تھا، وہ وضو تو کر چکی تھی، چادر اٹھا کر اوڑھی اور جائے نماز بچھا کر نیت باندھ لی وہ اسے دیکھ رہا تھا، وہ کتنی پاکیزہ و پرنور لگ رہی تھی، اس کی ڈسٹربنس کے خیال سے اس نے نگاہ ہٹا کر موند لیں تاکہ وہ پرسکون سی نماز ادا کر لے۔

☆☆☆

''کیا ہوا رفعت گھاؤ نہ۔'' اس نے کھجور سے روزہ کھول کر جوس پیا تھا اور فروٹ چاٹ کھا کر نیپکن سے ہاتھ صاف کرنے لگی تھی کہ اسے مرتقوی نے ٹوک دیا۔

''نہیں مرتقوی ابھی کچھ گھبراہٹ سی فیل ہو رہی ہے، میں نماز کے بعد کچھ کھا لوں گی، ابھی بالکل موڈ نہیں ہے۔'' وہ نرمی سے بولی، اس وقت روز کی طرح صرف وہی دونوں ہی ڈائننگ ہال میں موجود ہیں، اس نے مرتقوی کی ہدایت کے مطابق روز کی طرح کھانا اکیلے ہی کھا لیا نماز پڑھ کر فارغ ہو گئی تو شدید قسم کی نیند آنے کے باوجود وہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی مگر وہ نہ جانے کہاں رہ گیا تھا، مغرب کی نماز کے بعد جو وہ نکلا گیارہ، ساڑھے گیارہ تک آ جاتا تھا مگر آج ساڑھے بارہ ہو گئے تھے اور وہ پونے ایک بجے کے قریب کمرے میں داخل ہوا، اس نے نیند سے بوجھل ہوتیں آنکھیں بمشکل کھول کر اسے دیکھا۔

''آپ کہاں رہ گئے تھے مرتقوی میں کتنی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔'' وہ اس کے خمار آلود لہجے پر مسکرا تا اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

''میں جانتا تھا کہ تم شدت سے میری منتظر ہو گئی، لیکن ایک مسئلہ ہو گیا تھا اس لئے نہ آ سکا۔''

''آپ شام میں کیا کہہ رہے تھے؟'' وہ اس کی عجلت بھری بے تابی پر زیر لب مسکرا دیا۔

''بتائیے نہ مرتقوی!''

''یار بتاتا ہوں اتنی جلدی بھی کیا ہے۔'' اس نے کہہ کر ایک سانس کھینچی اور آہستگی سے بولا۔

''مجھے بات کے درمیان مت ٹوکنا، ہاں بات ختم ہونے کے بعد جو چاہو پوچھ لینا۔'' وہ الجھی ضرور مگر کہا کچھ نہیں اور ہمہ تن گوش ہو گئی۔

''میں مرتقوی ہاشمی، جس نے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی، لیکن میں بچپن سے ستائیس برس کی عمر تک محض نام کا مسلمان رہا، کہ میں نے ستائیس برسوں میں کبھی فرض نماز تک ادا نہیں کی، دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں، دن بھر میں ایک نماز تو کیا ستائیس برسوں میں کبھی جمعہ یا عید تک کی نماز نہیں پڑھی اور نہ کبھی یہ احساس ہوا کہ مجھے یہ فرض کام کرنا چاہیے، میرا تعلق ایک ہائی سوسائٹی کے ایسے گھرانے سے ہے کہ جہاں عورت کی حکمرانی تھی، میں نے کبھی اپنے باپ کو اپنی ماں سے غلط تو کیا صحیح بات پر بھی بحث کرتے نہیں دیکھا، میری پرورش میں میرے والدین سے زیادہ ملازموں کا ہاتھ ہے، مام میرے نزدیک آ کر بھی نہ آ سکیں اور ڈیڈ کو انہوں نے میرے قریب کبھی ہونے نہیں دیا، اس لئے میں فطری طور پر ہمیشہ ماں کے زیر اثر رہا، میں ڈاکٹر بننا چاہتا تھا مگر میری ماں نے مجھے بزنس مین بنایا، میں ماں کے قریب تھا لیکن ماں کی حاکمیت مجھے کچھ خاص پسند نہیں تھی، مجھے ڈیڈی کی بزدلی سخت ناگوار گزرتی مگر کبھی کسی سے بھی کچھ نہیں کہا، مگر شادی کی بات جب بھی ہوئی میں نے سوچ لیا کہ میں مام جیسی عورت سے شادی نہیں کروں گا، میرے گرینڈ پیرنٹس کیسے ہیں کہاں رہتے ہیں، میں ان سے کبھی نہیں ملا تھا کہ مام ایسا چاہتی تھیں اور مام کی باتوں نے مجھے ان سے ملے بغیر بھی ان سے کافی بدظن کر دیا تھا، اسی لئے میں جب ستائیس برسوں میں پہلی دفعہ اپنے گرینڈ پیرنٹس سے ملنے آیا تو اندر کا روکھا پن باہر آنے لگا، مگر ان سب کی اچھائی تھی یا خون کی کشش میں ان کی طرف جذباتی طور پر جھک رہا تھا اور وہیں مجھے ایک لڑکی دکھائی دی، جو ہرگز بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہ تھی مگر میں نے اسے پورے تین دن نظر انداز کیا اور پھر جب بے اختیاری سی نگاہ اٹھی تو پلٹنا بھی بھول گئی، میں نے دنیا دیکھی، ہزاروں عورتوں سے ٹکراؤ ہوا، کئی سے دوستی کی، مگر اس میں بہت کچھ خاص تھا، وہ بلاشبہ بے حد حسین تھی اتنی کہ بڑے بڑے عابد و زاہد محض اس کی ایک جھلک دیکھ کر بہک جائیں، مگر حسن سے زیادہ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی اس کی معصومیت، پاکیزگی و چہرے پر بکھرا نور، میں جو محبت لفظ کو ہی نہیں مانتا تھا اس سے ایک ہی نگاہ میں محبت کا مسافر بن گیا اور وہ بھیگی سی دوپہر، مجھ سے وہ کروانے چلی تھی جو میں گوروں کے دیس میں چار برس رہ کر بھی نہیں کر سکا تھا، وہ بھیگی بھیگی لڑکی، میرے سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت ہی ختم کر گئی اور جب ڈیڈی نے مجھ سے شادی کی بات کی، فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا میں نے اقرار کر کے تصدیق کی مہر لگا دی لیکن یہ سب نہ ڈیڈی اور نہ ہی عین پر ظاہر ہونے دیا کہ میں خود ایسا چاہتا تھا کہ میں اپنی شکست تسلیم کر ہی نہیں سکتا تھا، اس لئے میں نے ذہنی سوچ تو بیان کی مگر دل کی بات ہر ایک سے چھپا لی۔''

اس بت سے عشق کیجئے لیکن کچھ اس طرح پوچھے کوئی تو صاف مکر جانا چاہیے

''دل کی بات چھپا تو لی مگر اسے پانے کے لئے جو کر سکتا تھا وہ کیا مام کو راضی کرنا اتنا آسان بھی نہ تھا کہاں وہ محض میرے دلائل سے ہی مان گئیں، مگر شاید اس لئے کہ وہ میرے مقدر کا چاند تھی، مگر میں نے بھی اس پر بھی کبھی یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ میرے دل میں بستی ہے، میرا خیال تھا کہ عورت کو محبت کا احساس مل جائے تو وہ خود پسند ہو جاتی ہے، اس لئے میں نے اس سے کبھی نہیں کہا اور جان کر اسے تنگ کرتا رہا، مگر جیسے وہ بھیگی دوپہر مجھے باندھ گئی تھی، بھیگی سی رات مجھ سے اقرار کروا گئی کہ محبت کا بوجھ اکیلے ہی کاندھوں پر اٹھائے پھرنا اتنا آسان بھی نہ تھا اور اس کے بعد تو زندگی کا سب سے حسین دور شروع ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہترین حسن و اخلاق کی لڑکی کا جیون ساتھ بنایا، میں نے خود کبھی نماز نہیں پڑھی تھی مگر میں نے اپنی بیوی کو دن بھر میں اپنے سامنے تین نمازیں پڑھتے دیکھا، فجر میں، وہ نماز پڑھ رہی ہوتی اور میں بے چین رہتا، اس نے خود نماز پڑھنے کے ساتھ مجھے بھی ہمیشہ اس فرض کی ادائیگی پر اکسایا مگر ستائیس برسوں کی ذہن و قلب پر جمی گرد چار ماہ میں تو چھٹ نہیں سکتی تھی مگر تبدیلی کا عمل شاید شروع ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا تھا اور اس شب میں نے جو بھی کہا تھا وہ میری کم علمی تھی، مگر جو میں نے فیصلہ صادر کیا تھا، وہ نہ کم علمی کی وجہ سے تھا، نہ بڑائی کے زعم میں، کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم جو اتنی بات کہہ رہی ہو جو نمازیں پڑھتی ہو، وہ کتنی حد تک تمہارے اندر اپنا وجود رکھتی ہیں، کیونکہ میں تو محض نام کا مسلمان تھا، دین اور ایمان کی نہ سمجھ بوجھ تھی نہ حاصل کرنے کی کبھی کوشش کی، مگر تمہارا رویہ، تمہاری باتیں میرے دل پر اثر کر رہی تھیں، تم نے میری کسی بات سے کبھی انکار کیا ہی نہیں تھا اور اس شب تم نے میری بات ماننے سے انکار کیا تو میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ طاقت کیسی ہے کہ جس کی خاطر، جس کے خوف کا اثر تمہارے چہرے و آنکھوں پر درج ہے، اس کے بعد میں نے تم سے ناراضگی کا ڈرامہ کیا اور تم پر نظر رکھی، تین دن میں ہی بے چینی مجھ پر سوار ہونے لگی اور پانچویں روز میری گاڑی سے ایک سترہ اٹھارہ سال کے لڑکے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، میں تو ان میں سے تھا کہ خون میں لت پت تڑپتے لوگوں کو یونہی چھوڑ جاتا تھا، مگر اس شام میں نے اس لڑکے کو اٹھا کر ہسپتال پہنچایا، اس کے والدین سے رابطہ کیا، وہ دونوں مجھے دعائیں دیتے نہیں تھک رہے تھے، اس لڑکے کے والد نعیم الزمان صاحب، مقامی کالج میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں، ان سے بات کر کے مجھے کافی اچھا لگا، دو دن تک میں ان سے ملا، وہیں ان کا کوئی طالب علم ان سے ملا تو وہ اس کو بہت کچھ سمجھا رہے تھے وہ روزہ سے نہیں تھا اس لئے روزہ کی اہمیت و افادیت اسے سمجھائی، میں نے بھی ان کی نادر باتوں سے فیض حاصل کیا اور پھر میں نے ان سے راہنمائی حاصل کی، اپنی اب تک کی زندگی بتائی، انہوں نے مجھے دینی کتب پڑھنے کو دیں اور پھر میں اندھیروں سے روشنی تک کا سفر کر گیا، میں ان سے ملنے جانے لگا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے روزے بھی رکھنے چاہیے اور یوں میں نے ستائیس برس کی عمر میں پہلا روزہ رکھا انہوں نے ہی مجھے نماز پڑھنا سکھائی اور آج میرا تیسرا روزہ تھا اور پندرہ نمازیں، اب مجھے کہیں چین نہیں پڑتا رفعت کے اتنے برس میں کن راستوں کا مسافر بنا رہا، ستائیس برس کی زندگی میں محض پندرہ نمازیں وہ بھی صحیح ہیں کہ نہیں اتنے برس میرے پاس سب کچھ تھا سکون نہیں تھا، اب مجھے سکون سا نصیب ہونے لگا ہے مگر ندامت کم نہیں ہوتی جس اللہ سے میں ستائیس برس غافل رہا، اس کے سامنے جاتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔" وہ بلا تھکان بولتا یکدم چپ کر گیا اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے، رفعت نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ بہت خوش نصیب ہیں مرتقوی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ دکھایا اور اللہ تعالیٰ تو وہ ہستی ہیں کہ غافل سے غافل گناہگار سے گناہگار بندے کو بھی اپنی طرف بڑھتے دیکھ اپنی رحمت کے سائے اس پر بچھا دیں اور آپ نے راہنمائی حاصل کی یہ اس کی رحمت ہے، کیونکہ انسان اچھا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ جب تک اس کا اللہ اس کے ساتھ نہ ہو۔" اس کی آواز خوشی سے کانپنے لگی۔

"تم مجھے معاف کر دینا رفعت کہ میں نے تم سے وہ سب کہا۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیئے جنہیں وہ لمحہ ضائع کیے بنا تھام گئی۔

"میں نے آپ کو معاف کیا اور آپ بھی مجھے معاف کر دیں کہ جانے انجانے میں میں آپ سے بدتمیزی یا آپ کی نافرمانی کی مرتکب......"

"ایسے مت کہو، تم تو میرے لئے انعام کی صورت ہو اور اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا

کرنا کہ وہ میرے سابقہ گناہ، غلط سوچ، کفرانہ باتیں، سب کچھ معاف کر دیں اور مجھے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرما دیں آمین۔" اس نے دل سے کہا اور اس کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں، چند ندامت کے آنسو اس کے گھنیرے کالے بالوں میں جذب ہو گئے۔

☆☆☆

رمشاء ولاز کا ماحول یکدم ہی بدل گیا تھا، مرتقوی ہاشمی کے بدلے روپ کو دیکھ جہاں رمشاء حیران تھیں وہیں مرتضیٰ ہاشمی نادم کہ انہیں تو بچپن سے یہی ماحول دیا گیا تھا جسے انہوں نے یونیورسٹی کے چار سالوں میں تبدیلی کے عمل سے گزارا اور رمشاء ہاشمی کی رفاقت میں دین کو ہی بھلا بیٹھے کہ کہاں وہ باقاعدگی سے پانچ وقت کی باجماعت نماز ادا کرتے تھے، بیٹے کے بدلے روپ نے ان کے اندر ندامت سی بھر دی تھی جسے محسوس کر کے وہ دونوں ان کی راہنمائی کرنے لگے اور پھر وہ دو سے تین روزے رکھنے والے ہو گئے، رمشاء ہاشمی ان کے ہاتھ ہی نہیں لگتی تھیں، رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو رہا تھا اور آج خلاف توقع وہ ڈنر پر سب کے ساتھ موجود تھیں کہ پچھلے دنوں وہ اتنی مصروف رہی تھیں کہ ان کے آنے جانے کھانے پینے سب ہی چیزوں کی سیٹنگ بالکل آؤٹ ہو کر رہ گئی تھی۔

"تم مجھے اتنے غور سے کیا دیکھے جا رہی ہو، کیا کوئی بات کرنی ہے؟" رمشاء کافی دیر سے رفعت کی نگاہیں خود پر بھی محسوس کر رہی تھیں کہ بالآخر اسے ٹوک ہی گئیں۔

"نہیں......جی......وہ......آپ۔"

"او پلیز رفعت! تم پڑھی لکھی ہو، کیا ڈھنگ سے بات تک نہیں کر سکتیں؟" وہ اس کی ہکلاہٹ پر چڑی تھیں جبکہ وہ دونوں متحیر سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

"ایسی بات نہیں ہے مام، مگر مجھے کہتے ہوئے اس لئے ہچکچاہٹ ہو رہی ہے کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔" وہ اب کے اعتماد سے بولی۔

"نہیں تم کہو میں مائنڈ نہیں کروں گی۔" پانی پیتے ہوئے بولی۔

"وہ مام......آپ......آپ کا ویٹ...... آئی مین جب آپ نکاح کی دوپہر حویلی آئی تھیں کسی کو یقین ہی نہیں آیا تھا کہ آپ مرتقوی کی مدر ہیں، محض مرتقوی کی ایلڈر سسٹر لگ رہی تھیں، لیکن اب آپ کافی چینج ہو گئی ہیں آئی مین کہ آپ کا ویٹ بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے آپ اپنی عمر سے پہلے کم لگتی تھیں اور اب زیادہ لگنے لگی ہیں۔" وہ ڈرتے جھجکتے بات مکمل کر گئی جبکہ انہیں تو اچھو لگ گیا، کھانسنے سے آنکھوں میں نمی چھلکنے لگی جبکہ وہ دونوں رفعت کو دیکھ انہیں دیکھنے لگے کہ جیسا اس نے کہا تھا ویسا تو تھا ہی نہیں، وہ آج بھی کافی ینگ اور اسمارٹ ہیں۔

"واٹ؟" وہ چیخیں۔

"آئی ایم سو سوری مام، میں اسی لئے نہیں کہہ رہی تھی کہ آپ مائنڈ نہ کر جائیں، بٹ اٹس ٹرو۔" وہ بات پر زور ڈال کر بولی، رمشاء بیٹے اور شوہر کو دیکھنے لگیں کہ بہو کی بات کی تصدیق ان سے کروا سکیں، رفعت نے اسے اشارہ کر دیا اور وہ رفعت کی ہی ہاں میں ہاں ملانے لگا اور یہی مرتقوی ہاشمی نے بھی کہا۔

"رفعت بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہے رمشاء، کیونکہ تم نے کچھ ماہ سے خود کو اتنا مصروف کر لیا ہے کہ خود پر دھیان ہی نہیں دے سکیں۔"

"یس یو آر رائٹ مرتضیٰ کیا میں بہت زیادہ موٹی ہو گئی ہوں اور اوور ایج کی لگ رہی ہوں۔" ان کے خوبصورت چہرے پر فکر مندی اُمڈی پڑ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''زیادہ نہیں اور تم اپنا دھیان رکھو گی تو سیٹ ہو جائے گا، ڈونٹ وری۔'' پریشان کرنے والے انداز میں گویا تسلی دی گئی اور انہوں نے پیالی میں نکالا کسٹرڈ سائیڈ میں کر دیا۔

''میں ابھی سے اپنی ڈائٹ کا خیال رکھوں گی۔'' دل میں سوچا تھا۔

''مام! آپ سویٹ تو لیں۔'' یہ مرتقوی تھا۔

''نہیں، ابھی سے میں نے ڈائیٹنگ شروع کر دی ہے، میں کچھ دنوں سے جم اور واک پر بھی نہیں جا سکی ہوں، کل سے ہی یہ سب دوبارہ اسٹارٹ کرنی ہوں۔'' وہ متفکر سی کہہ رہی تھیں لمحوں میں انہوں نے لائحہ عمل تیار کر لیا تھا۔

''مام! اس طرح تو آپ کافی ویک ہو جائیں گی، آپ پر کام کا اتنا برڈن بھی تو ہے۔''

''کام کل سے مرتضیٰ اور تم دیکھ لینا، مجھے ابھی صرف اپنا خیال رکھنا ہے، لوگ تو میری مثالیں دیتے ہیں اور کہاں نہیں نہیں۔'' انہوں نے جھرجھری سی لی اور وہاں سے واک آؤٹ کر گئیں۔

''یہ سب کیا تھا رفعت، مام تو ہمیشہ کی مانند خوبصورت و اسمارٹ ہیں تو تم نے وہ سب کیوں کہا؟'' ان کے جاتے ہی الجھن زبان پر آ گئی اور وہ تفصیل کے ساتھ وجہ بتانے لگی۔

''لیکن مجھے نہیں لگتا کہ مام اس طرح روزے رکھنا شروع کر دیں گی۔''

''کریں گی مرتقوی اور اس میں زیادہ کردار ڈیڈی کو ادا کرنا پڑے گا۔'' اور وہ تیار ہو گئے اور ان سب نے مل کر ان کو راضی کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ وہ بالآخر رضامند ہو ہی گئیں، رمضان کا تیسرا عشرہ بہت اچھے سے گزرنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے تو بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے کا فیصلہ کر لیا تھا، سارے مراحل خود بہ خود طے ہوتے گئے، روزے کے ساتھ وہ پانچ نہیں دو تین نمازیں تو پڑھنے ہی لگیں، رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ بگڑے ہوؤں کو سنوارتا، انہ میروں سے اجالوں کا سفر کراتا اپنے جلو میں بہت سی نعمتیں و رحمتیں نچھاور کرتا آج وداع ہو گیا تھا، عید کی شب وہ ہلکا پھلکا سا تیار ہوئی مرتقوی کی منتظر کہ وہ دیر سے آنے کا کہہ گیا تھا اور ڈیڑھ بجے کے قریب وہ لدا پھندا چلا آیا۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے؟''

''شاپنگ کے لئے، مگر ابھی کچھ نہیں دکھاؤں گا، وہاں صوفے پر رکھ رہا ہوں، صبح سب پہن کر تیار ہو جانا۔'' وہ خاموشی سے مسکرا دی۔

''تم ہر بات بلا چوں چرا کیسے مان لیتی ہو، کبھی تو کچھ کہا کرو۔'' اس کو اپنے قریب کرتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''آپ غلط کہیں گے تو بحث کی نوبت آئے گی، لیکن آج چاند رات ہے آپ کو مجھے کچھ گفٹ دینا ہی چاہیے۔''

''مسز مرتقوی یہی بات آپ پر بھی تو لاگو ہوتی ہے۔''

''یس رائٹ، لیکن میں تو کہیں گئی ہی نہیں جو آپ کے لئے کچھ لے آتی۔'' وہ اسی کی طرح متبسم لہجے میں بولی۔

''گفٹ تو میں لایا ہوں اور ابھی دوں گا بھی اور تمہیں بھی مجھے گفٹ دینا ہی پڑے گا وگرنہ ناراضگی ہے۔'' اس کی ناک ہلکے سے دبا کر شرارت سے کہا۔

''آپ کو مجھ سے ناراض ہونے کا کچھ زیادہ ہی شوق نہیں ہے۔'' وہ کھلکھلائی اور وہ بھی ہنستے ہوئے اٹھ گیا اور صوفے پر رکھے ڈھیر شاپرز میں سے ایک شاپر اٹھا کر لانے کو کہا، سرخ رنگ کی کانچ کی چوڑیاں بہت احتیاط سے اس کی گوری کلائیوں میں سجائیں۔

''کیسی لگیں؟'' چوڑیوں کو چھیڑتا ہوا استفسار کرنے لگا۔

''آپ سے زیادہ حسین و خوبصورت۔''

''یعنی میرے خوبصورت ہونے پر تمہیں شک ہے۔'' اس کی شرارت محسوس کر کے بھی مصنوعی خفگی دکھائی اور مہندی کی کون شاپر سے نکال کر اس کی سفید ہتھیلی پر رکھی اور ناراضگی کے اظہار کے لئے لیٹ گیا۔

''آپ تو جناب کائنات کی ہر شے سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہیں آنٹر آل مزاجی خدا کس کے ہیں۔'' وہ اس پر جھکتے ہوئے کھنکتے لہجے میں بولی اس کی روح تک سرشار ہونے لگی۔

''آپ کو کچھ زیادہ ہی خوش فہمیاں لاحق نہیں ہیں مسز مرتقوی۔''

''نہیں بالکل نہیں اور اب زیادہ نخرے مت دکھایئے اور جلدی سے اٹھیے آخر کو میرے مہندی آپ ہی کو لگانی ہے۔'' وہ اس کو اٹھاتے ہوئے بولی۔

''نہیں تو میں کیا کوئی مہندی لگانے والی مائی ہوں۔''

''اب ہیں یا نہیں مجھے نہیں خبر، اب لگانی ہے تو لگائیں ورنہ میں سو رہی ہوں، آپ نخرے ہی کرتے رہیں۔'' وہ خفگی سے کہتی مڑی تھی کہ وہ اس کی کلائی تھام گیا۔

''ایک شرط پر، تمہیں مجھے کوئی خاص الخاص گفٹ دینا ہوگا۔'' وہ سیدھے ہوتے ہوئے اسے خود پر گرا گیا، اس کی ساری شوخی و طراری اس کی شوخ جسارتوں کی نظر ہو گئی۔

''مرتقوی!'' اس نے اٹھنا چاہا۔

''اوہوں پہلے میرا گفٹ۔'' اٹھنے کی کوشش ناکام بنا گیا۔

''میں نے کچھ نہیں لایا تو دوں کیا۔'' وہ گڑبڑائی۔

''دے تو بہت کچھ سکتی ہو، دینا نہ چاہو تو الگ بات ہے۔'' وہ اس کی گھبراہٹ و حیا سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''جیسے آپ صبح گفٹ دیں گے میں بھی عید کی صبح ہی دوں گی۔'' جان چھڑانے کو بولی۔

''مسز مرتقوی ہم تو چاند رات کی سوغات چوڑی مہندی لے کر آئے ہیں، آپ ہماری چاند رات کو سوکھے منہ گزر جانے دیں گی، ناٹ فیئر۔'' اس نے اسے نہ چھوڑنے کا تہیہ کر کے ستانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

''آپ پہلے اپنا پورا گفٹ دیں اس کے بعد میں کچھ سوچوں گی۔'' وہ اس کی معنی خیزیاں خوب سمجھ رہی تھی، لیکن وہ جو چاہ رہا تھا وہ کرنے کی ہمت تک نہیں کر پائی تو اسے ٹالنا چاہا اور وہ بھی خلاف توقع مان گیا۔

''آپ کو تو کون سی تک پکڑنی نہیں آ رہی، مہندی کیا خاک لگائیں گے۔'' اس کے اندر کی مسرت اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی اور اس کی نگاہیں بہکنے کو بے تاب اور وہ اس کا ہاتھ ہاتھ میں تھامے شوخی سے گنگنایا۔

ہاتھ دیا اس نے میرے ہاتھ میں
میں تو دلی بن گیا ایک رات میں

وہ مخمور لہجے میں گنگناتا اس کے ہاتھ پر اپنے حساب سے تو کچھ بہتر ہی بنانے کی کوشش کر رہا تھا، اس نے گھبرا کر ہاتھ کھینچنا چاہا تو اس نے سرزنش بھری نگاہ ڈالی، وہ جھینپ کر نگاہ چرا گئی، اس کا موڈ بہت زیادہ خوشگوار رومانوی اور شاعرانہ رہا تھا، اب کے اس نے وصی شاہ کا نہایت خوبصورت مگر بے باکی کی حد تک رومینٹک شعر پڑھا تو یوں محسوس ہوا جیسے جسم کا سارا لہو چہرے پر سمٹ گیا ہو۔

آج بھی وہ تقدس بھری رات مہکی ہوئی ہے
میں کسی میں کوئی مجھ میں ڈھلتا رہا، چاند جلتا رہا

اس کے سرخ قندھاری انار جیسے رخسار کو ہلکے سے چھوا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''آپ۔'' نگاہ نہیں اٹھ رہی تھی۔

''اب شرافت سے میرا گفٹ نکالو، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' اس کو بھاگنے کو پر تولتے دیکھ پیار بھری دھمکی دی اس نے شرماتے جھجکتے نگاہ اٹھائی، تھوڑی سی گھٹنوں کے بل اونچی ہوئی، اس کے کان کے قریب جا کر سرگوشی کی۔

''مرتقوی آئی لو یو۔'' حیا سے کانپتی آواز میں کہا اور اس کے چوڑے سینے میں سما گئی۔

☆☆☆

عید کی صبح بہت روشن اور پیار بھری طلوع ہوئی جب وہ دونوں باپ بیٹا عید کی نماز ادا کر کے لوٹے تو وہ دونوں نک سک سے تیار انہی کی منتظر تھیں، رمشاء ہاشمی نے کئی برس بعد ساڑھی کی جگہ پنک کلر کا شلوار قمیض پہنا تھا اور معمول کی تیاری کی بجائے، محض آنکھوں میں ہلکی سی کاجل کی لکیر، ہونٹوں پر بے بی پنک لپ اسٹک لگائے وہ بہت ڈیسنٹ لگیں، رفعت نے ریڈ رنگ کی ساڑھی اور اس کی میچنگ کی ہر ایک چیز وہی پہنی ہوئی تھی جو رات مرتقوی اس کے لئے لایا تھا اور لائٹ سے میک اپ میں وہ اس کا دل دھڑکا گئی، اس نے بہت حق سے مرتضٰی ہاشمی سے عیدی لی، ان سب نے بہت پیار بھرے خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' ان دونوں کے جاتے ہی مرتضٰی نے رمشاء کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

''آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وائٹ کاٹن کے کلف لگے سوٹ میں جاذب نظر لگتے مرتضٰی ہاشمی کو دیکھ کر بولیں۔

''تمہاری یہ تبدیلی خوش آئند ہے۔'' وہ مسرور سے انہیں اپنے حصار میں لئے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

''یہ سب آپ کی اور بچوں کی وجہ سے ہے تھینکس الاٹ۔'' وہ اس سب سے خوش دل میں اطمینان بھی محسوس کر رہی تھیں۔

''تم آج اتنے برسوں بعد مجھے یونیورسٹی کا وہ حسین دور یاد دلا گئی ہو وہ دن کتنے خوبصورت تھے نہ رمشاء۔'' ان کے لہجے میں گزرے وقت کی خوبصورتی بولنے لگی۔

''ہاں اور میں نے ہمارے اچھے وقتوں کو کس طرح نیگلیٹ۔''

''اوہوں، آج ہم صرف اچھا وقت یاد کرتے ہوئے ان خوبصورت خوشگوار ساعتوں کو محسوس کریں گے، برا وقت جیسا بھی تھا گزر گیا، کیونکہ اسے گزرنا ہی تھا۔'' مرتضٰی ہاشمی نے بھرپور طریقے سے ...زش کی تھی اور ان کا ہاتھ تھام لیا تھا اور وہ بھی مطمئن سی ان کے سینے پر سر رکھتی ماضی کو یاد کرنے لگی تھیں، وہ دونوں آج حقیقتاً بے حد خوش ہیں اور اب انہیں باقی زندگی ایسے ہی رہنا ہے کیونکہ زندگی کا ادھورا پن بے سکونی تو مٹ گئی تھی کہ وہ دولت و آسائشات کی طرف بھاگ رہے تھے، دینے والی ہستی سے جو فراموشی اختیار کر ہوئی تھی وہ دور ہو گئی تھی اور وہ رب کی رحمت کے سائے تلے جا کھڑے ہوئے تھے۔

☆☆☆

''اوف توبہ ہے مرتقوی کہاں سے یاد کیے ہیں آپ نے اتنے شعر اور سچ آپ کے یہ شعر میرے سر کے اوپر سے گزر جاتے ہیں۔'' اس کی اندرونی خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی، سیاہ کاٹن کے شلوار قمیض میں اس کی مردانہ وجاہت خوب اٹھ رہی تھی اور وہ اسے شانوں سے تھامے حکایت دل سنانا ہی چاہتا تھا کہ اس نے شعر پڑھنے کا آغاز ہی کیا تھا کہ وہ بری طرح چڑ کر اسے ٹوک گئی کہ اسے شعر و شاعری سے بھی شغف رہا ہی نہیں تھا۔

''مسز آپ کی محبت میں اور آپ کے حسن پر تو ہم شعر تو کیا پورے دیوان کے دیوان سنا ڈالیں۔'' بڑے جذب سے کہا گیا۔

''مجھے تو معاف ہی رکھیں، پاگل نہیں ہونا میں نے۔''

''کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔'' اسے مخمور لہجے میں چھیڑا، وہ اس سے دور ہوئی اور اس نے اسے کمر سے تھام کر اس کے شانے پر سر ٹکاتے ہوئے سرگوشی میں پہلے تو اس کی تعریف کی اس کے لبوں پر الوہی مسکراہٹ چمکنے لگی اور محض اسے چڑانے شعر پڑھنے لگا۔

جتنا بولوں جھوٹ تم اتنا خوش ہوتی ہو
تم کو حسین کہنا کچھ جھوٹ نہیں تو بتاؤ
مجھ کو جھینپ کے کیوں دیکھتی ہو

وہ اس کا حصار توڑ کر نکلی اور اسے خفگی سے دیکھا اس نے ہلکے سے آنکھ دبائی تو وہ جھینپ کر نگاہ چرا گئی۔

اپنے دل سے پوچھو میری نظروں سے کیا پوچھتی ہو
اور اگر یہ سچ ہے تو اتنی ہی حسین ہو
جتنا میں نے جتایا ہے
تو پھر یہ تو میری نظر کا حسن ہی تم کو بھایا ہے

اس کے مخمور لہجے میں شوخی اور وارفتگی جذبوں کی دھیمی سی آنچ سلگ رہی تھی اور اس کا حسین چہرہ اس کی شوخ نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دہکنے لگا، اس نے اسے منہ کھولتے دیکھ لبوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا اور اسے شانوں سے تھامے آئینے کے سامنے لا کھڑا کیا تھا اور خود اس کے پیچھے، کمر میں بازو حمائل کیے، نظم پوری کرنے لگا۔

آئینے سے پوچھو تم کیسی ہو
کیا یہ سچ ہے تم ایسی ہو
جیسا میں نے بتایا ہے

آئینہ اس کے لفظ لفظ کی گواہی دے رہا تھا، اس کا ملکوتی حسن، اس کے قریب وہ پیار کی آنچ سے تو روآتشہ ہو گیا تھا، اس نے جھجکتی ہوئی نگاہ اٹھائی آئینہ میں نظر آتے اپنے حسین سراپے کے پیچھے چھپے اسے دیکھا تو اسے خود سے زیادہ تو وہ حسین لگا، بہت پیارا، بہت پرخلوص، جس کی رفاقت اس کا جیون سنوار گئی تھی اور مزید سنوارنے والی تھی، اس کے لبوں پر شرمیلی سی مسکان کتنی بھلی لگ رہی تھی کوئی مرتقوی کے دل سے پوچھتا۔

کتنی بھولی ہو دیکھو کیا میں نے تم کو بتایا ہے
سچ کہتا ہوں جھوٹ کہوں تو تم ہنس دو گی
جھوٹ سے تو تم خوش ہوتی ہو

وہ اس پر جھکا تھا۔

''میں نے ایسا کب کہا، میں کب جھوٹ سے خوش ہوتی ہوں اور اس کا مطلب آپ میری جھوٹی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔'' وہ تو جیسے نظم کے اختتام تک صدماتی کیفیت میں آ گئی اور اس نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا اور ہنستا ہی چلا گیا۔

''تم واقعی بہت بھولی ہو، جان مرتقوی۔''

اس کو خفا ہوتے جاتے دیکھ روک لیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا، یہ عید اس کے ملن کی پہلی عید اپنے جلو میں مبارک ساعتوں کے ساتھ خوشیوں کی نوید لائی تھی اور اس نے مطمئن ہو کر دھیمی سے شرمیلی مسکان کے ساتھ اس کے کاندھے پر سر ٹکا دیا کہ جب خدا مہربان ہو جاتا ہے تو یونہی مسرتوں و شادمانیوں کے پھول برستے رہتے ہیں، جیسے ان پر رحمتوں اور خوشیوں کے پھول ثابت قدمی و نیکی کی راہ پر چل پڑنے سے برسنے لگے تھے اور ایسے ہی پھول ہماری اور آپ کی زندگیوں میں بھی تو برس سکتے ہیں۔ آپ بتائیں یہ سچ ہے نہ......؟

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM